McGill University Library
3 103 114 083 1

ISLAMIC
BP193.13
N59
1923

C907 .N738 2mn
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES
53194
★
McGILL
UNIVERSITY

یامعین　　　　　　　　　ہوالکل

اسلامی تاریخ کی دوسری کتاب

محرم نامہ

مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی تاریخی معلومات بڑھانے اور محرم کی
مجلسوں میں پڑھنے کی شیعہ سُنّی میں مقبول و معتبر

تصنیف

مصوّر فطرت حضرت مولٰنا خواجہ حسن نظامی

ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ ہجری مطابق
دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء میں پانچویں مرتبہ

حلقۂ مشائخ بُک ڈپو دہلی

نے

دِلّی پرنٹنگ ورکس میں چھپوا کر شائع کیا

پانچواں ایڈیشن

C907
*N7383

۷۸۶ هو الکل یامعین

محرم نامہ

وفات الرسول اور خلافت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا تعالیٰ کی حمد اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور آل واصحاب کے سلام کے بعد محرم نامہ کی پہلی رات کا بیان شروع کیا جاتا ہے ❖

اے ایمان والو! اے اسلام والو! آج محرّم کی پہلی رات ہے مسلمانوں کا نیا سال شروع ہو گیا۔ سب قومیں اپنے نیئے سال کی ابتدا میں خوشی کرتی ہیں عید کی طرح جشن مناتی ہیں مگر تمہارا جب یہ نیا سال آتا ہے تو تمھارے گھروں میں ماتم کی صفیں بچھ جاتی ہیں۔ تم بجائے شادیانے بجانے کے سب کے سب کیا چھوٹے کیا بڑے غمزدہ ہو جاتے ہو ❖

تم جانتے بھی ہو اسکا سبب کیا ہے؟ سنو میں اسکی داستان سُنانے کو یہ کتاب لکھتا ہوں۔

خدا کے بندو جانو کہ اس چاند کے پہلے عشرہ میں ایک بڑا غمناک واقعہ ہوا تھا جسکو آج تیرہ سو برس گزرنے پر بھی مسلمان نہیں بھولے کیونکہ ہم جن کا کلمہ پڑھتے ہیں جنکی بدولت مؤمن اور مسلم کہلاتے ہیں جن کی شفاعت کے قیامت کے دن امید وار ہیں جو انسانوں اور جنات کے رسول تھے اور خدا کی طرف سے مقرر ہو کر دنیا کی ہدایت کے واسطے آئے تھے اس محرّم کے پہلے دس دن میں انکے نواسہ کو اور کنبہ والوں کو کربلا کے میدان میں شہید کیا گیا تھا اور خود اُن لوگوں نے شہید کیا تھا جو اپنے آپ کو مُسلمان کہتے تھے اسی شہادت کی

یاد محرم آتے ہی ہر ایک کو غمگین بنا دیتی ہے اور یہی شہادت ہے جسکے رنج والم کے سبب ہم اپنے نئے سال کی خوشیوں کو بالائے طاق رکھدیتے ہیں۔

یہ شہادت کیوں ہوئی؟ رسولِ خدا کا کلمہ پڑھنے والوں نے ایسی سنگدلی کیوں برتی کہ اپنے آقا کے نواسہ اور کنبہ کو قتل کرڈالا اسکی اصل حقیقت تم سب کو جاننی چاہئے۔

یوں تو تم مجلسوں اور مرثیوں میں سُنا کرتے ہو کہ یزید اور شمر نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کر دیا کئی دن اُن کو اور اُن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیاسا رکھا اور طرح طرح کے ظلم و ستم آلِ رسول پر توڑے مگر یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ آخر اسکا سبب کیا تھا اور رسول کے قریب زمانہ والے مسلمانوں کے دل ایسے سیاہ کیوں ہو گئے تھے کہ انھوں نے اتنا بڑا گناہ کیا اور ایسی سفاکی کو جائز رکھا جس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

اس واسطے میں چاہتا ہوں کہ جھگڑے کی اصل بنا سے سارے حالات تمکو سناؤں تاکہ تمھارے ذہن میں ساری حقیقت آجائے اور تم گھر بیٹھے موٹی موٹی کتابوں کے پڑھے بغیر پوری کیفیت جان جاؤ۔

یہ تو تم کو اسلامی تاریخ کے پہلے حصہ میلاد نامہ سے معلوم ہو چکا ہو کہ تمھارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلعم خاندان قریش میں تھے جو عرب کی قوموں میں سب سے زیادہ شریف اور عزت والا قبیلہ تھا قریش میں ایک گھرانہ سے دو شاخیں ہوئیں ایک کا نام بنی ہاشم تھا ایک کا نام بنی امیہ تھا۔

بنی ہاشم میں تمھارے رسولؐ تھے حضرت علیؓ تھے حضرت عباس تھے اور اسی طرح اور بہت سے لوگ تھے اور بنی امیہ میں حضرت عثمانؓ معاویہؓ یزید اور بہت سے مشہور آدمی ہوئے۔

جب حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو امیہ کی اولاد میں ابوسفیان نامی ایک شخص کو جنکے بیٹے کا نام معاویہ اور پوتے کا نام یزید تھا۔ حضرت کی پیغمبری سے سخت عداوت ہوئی اور انھوں نے مکہ فتح ہونے تک ہمیشہ حضرت صلعم کے خلاف فساد برپا کئے بدر کی مشہور لڑائی انھیں کے باعث ہوئی احد کی جنگ انھی ابوسفیان کی کوشش سے ٹھنی یہی ابوسفیان معاویہ کے والد تھے جنکی بیوی ہندہ نے احد کی لڑائی میں رسول خدا کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبا کر کھایا تھا۔

غرض خندق کی لڑائی اور بعد کی سب لڑائیوں میں جو تمھارے رسول کو پیش آئیں ابوسفیان ہر ایک کے بانی ہوتے ئے۔

آخر اسلام کی قوت خدا نے بڑھائی اور رسولِ خدا صلعم نے مسلمانوں کی فوج لیجاکر کفار سے مکہ چھین لیا تو ابوسفیان مسلمان ہو گئے اور ان کے بیٹے معاویہ بھی حضرت صلعم کی خدمت میں آنے جانے لگے بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ سے وحی لکھنے کی خدمت بھی لیگئی بعض کہتے ہیں یہ روایت غلط ہے صرف حضرت صلعم کا ایک دفعہ خط لکھا تھا۔

اس بیان سے تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہاشم کی اولاد اور امیہ کی اولاد میں اوپر سے دشمنی چلی آتی تھی مسلمان ہونیکے سبب بنی اُمیہ ایک طرح بنی ہاشم کے تابعدار ہو گئے تھے اسلیئے خاندانی کینہ اور بھی ان کے دلوں کو جلاتا تھا اور ان کے حسد میں ترقی ہوتی تھی اس واقعہ کو اچھی طرح یاد رکھنا اب میں دوسرا بیان شروع کرتا ہوں۔ اس خاندانی رنجش کو یاد رکھوگے تو آگے کے حالات خود بخود سمجھ میں آتے چلے جائینگے

خلافت

رسولِ خدا کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کے قصہ سے عداوت کا ایک نیا شاخسانہ نکلا خلافت یعنی رسول اللہ کی جانشینی کی بحث میں دو فریق ہو گئے۔ ایک کا نام سُنی ہوا اور دوسرے کا شیعہ۔ وہ دن ہے اور آج کا دن شیعہ سنی کی لڑائی ختم نہیں ہوتی اگرچہ اب خلافت رہی نہ خلافت کے اسباب، ہر مگر جھگڑا جوں کا توں باقی ہے۔

سُنی کہتے ہیں مسلمانوں نے خلافت کے لئے عام رائے سے جسکو چن لیا وہی ٹھیک ہے لہذا اول خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہوئے دوسرے حضرت عمر فاروق رضؓ تیسرے حضرت عثمان غنی رضؓ چوتھے حضرت علی رضؓ۔

شیعہ کہتے ہیں حق حضرت علی رضؓ کا تھا۔ ان تین خلفا نے تدبیر اور کوشش سے خلافت لے لی اور حضرت علی رضؓ کا حق مارا گیا۔

آگے چلکر اسی خلافت کے جھگڑے نے کربلا کا وہ مشہور ہنگامہ کرایا جسکی یادگار میں یہ محرم نامہ لکھا گیا ہے۔

لہ ان سب معرکوں کا پورا بیان میلادنامہ میں ہے جو دفتر خواجہ ڈپو دہلی سے ایک روپیہ کو ملتا ہے۔

53194

میں تم کو پہلے تو حضرت رسول خدا صلعم کی وفات کا حال سُناتا ہوں تاکہ تم معلوم کرو کہ حضرت نے اپنے جانشین مقرر کرنیکے بارہ میں کیا منشا ظاہر کیا اور آپکے طرزِ عمل سے کیا بات پائی گئی۔ اس کے بعد چاروں خلافتوں کا حال اور ان کے انتخاب کے طریقے اور تاریخی واقعات سُناؤں گا اور تم زینہ بزینہ جھگڑے کی بنیادوں کو سمجھتے ہوئے چلے جاؤ گے۔

رسولِ خدا صلعم کی وفات

آخری حج کر کے جسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں حضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو کچھ علیل سے تھے۔ لوگوں نے سمجھا سفر کی تکان ہے، جاتی رہیگی مگر مرض برابر بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ کئی دن آپ گھر سے باہر تشریف نہ لاسکے ایک دن ذرا افاقہ ہوا تھا تو آپنے باہر تشریف لاکر خطبہ پڑھا اور نصیحتیں کیں اور فرمایا کسی کا کوئی حق مجھپر ہو تو مانگ لے تاکہ آخرت کا بوجھ مجھپر نہ رہے۔

ایک صحابی جنکا نام عکاشہ تھا آگے بڑھے اور عرض کیا ایک دفعہ فلاں جہاد کے موقعہ پر آپنے میرے ایک قمچی ماری تھی اب مجھے اسکا عوض ملنا چاہئے حضرت صلعم نے فرمایا اچھی بات ہے ایک قمچی منگاؤ اور اپنا بدلہ لو لوگوں نے عکاشہ کو گھورنا شروع کیا کہ یہ کیا بے ادبی اور گستاخی ہے مگر عکاشہ نے کچھ پروا نہ کی اور قمچی منگائی قمچی آگئی تو اصحاب بے قرار ہو گئے اور حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

عکاشہ تجھکو رحم نہیں آتا اپنے آقا کی حالت نہیں دیکھتا بیماری سے وہ کیسے ناتوان ہو رہے ہیں ارے ان میں قمچی کھانے کی طاقت کہاں ہے آ مجھ کو مار لے اور حضرت صلعم کا عوض مجھ سے لے لے۔

حضرت صلعم نے فرمایا نہیں یہ نہیں ہو سکتا اے علی رض تمہارے مارنے سے میرا قصاص ادا نہیں ہوگا عکاشہ دیر نہ کر اور قمچی لگا۔

عکاشہ نے عرض کیا حضور جسوقت آپنے میرے قمچی ماری تھی میرے بدن پر کپڑا نہ تھا ننگے جسم پر قمچی کی چوٹ زیادہ لگتی ہے حضرت صلعم نے فرمایا اچھا میں بھی اپنا کرتا اُتار ڈالتا ہوں جونہی امام عالم کے سرور نے کرتا اُتارنا شروع کیا حاضرین چیخیں مار کر رونے لگے مجلس میں کہرام مچ گیا۔

وہ جو ساری زمین پر خدا کی ہدایت لیکر آئے تھے وہ جو آسمان و زمین میں خدا کے بعد سب سے بڑی عزت رکھتے تھے انصاف کی خاطر اپنے ایک نا چیز امتی کے آگے اپنا جسم کھول کر اور کرتا اتار کر کھڑے ہوگئے تاکہ امت بھی انصاف کو ایسا ہی عزیز رکھے بخار نے مبارک بدن کو افسردہ کر رکھا تھا بوڑھے شہنشاہ اپنے غلاموں کے مجمع میں برہنہ جسم کھڑے تھے عکاشہ دوڑے قمچی ہاتھ سے پھینکدی اور آپکی پشت پر مہر نبوت کو بوسہ دیا۔

پھر عرض کی اے سرکار۔ اے دونوں جہان کے والی! میں نے یہ گستاخی اور یہ حیلہ صرف اسلئے کیا تھا کہ مہر نبوت کی زیارت کروں اور اسپر بوسہ دوں تاکہ دوزخ کی آگ مجھپر حرام ہو جائے حضور نے ارشاد فرمایا حرام ہوئی حرام ہوئی۔ یعنی دوزخ کی آگ تجھپر حرام ہوئی۔

اسکے بعد جن لوگوں نے اپنے قرضہ کو کہا وہ اسی وقت ادا کیا گیا اور حضرت صلعم اندر گھر میں تشریف لیگئے۔

وصیّت لکھنے کا ارشاد

اسی بیماری کے زمانہ میں ایک دن بہت سے لوگ حضرت صلعم کے پاس جمع تھے آپنے ارشاد فرمایا[1] لاؤ کاغذ لاؤ میں تم کو کچھ لکھدوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہو جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تاکہ تم جھگڑا نہ کرو۔

یہ سنکر حضرت عمر فاروق رض بولے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بخار کی تکلیف کا غلبہ ہے اس کے سبب ایسا فرماتے ہیں۔ وصیّت نامہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم کو خدا کی کتاب قرآن کافی ہے۔

اسپر حاضرین میں ہڑبڑ مچ گئی۔ اہل بیت رض میں کوئی کہتا کہ ہمارے لئے حضرت صلعم لکھنا چاہتے ہیں کاغذ منگانا چاہئے اور حکم کی تعمیل کرنی واجب ہے۔ کوئی کہتا عمر رض سچ کہتے ہیں قرآن کے ہوتے ساتے اب اور کسی وصیت نامے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب لوگوں کی گڑبڑ زیادہ ہوئی اور آپس میں گفتگو بڑھنے لگی تو حضرت صلعم کو اس کے سبب تکلیف ہوئی اور آپنے ناراض ہو کر فرمایا "جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ"۔

سب لوگ چلے آئے اور معاملہ یوں ہی رہ گیا۔ حضرت عباس رض رسول خدا کے چچا نے حضرت علی رض سے فرمایا

---

[1] بخاری اور مسلم حدیث کی دو مانی ہوئی سب سے زیادہ صحیح کتابوں میں حضرت ابن عباس رض سے یہ روایت درج ہے جسکو میں نے لیا نقل کیا۔ حسن نظامی

بھائی مجھکو رسول خدا صلعم کے طور بے طور نظر آتے ہیں مجھے اپنے خاندان کا تجربہ ہے عبد المطلب کے خاندان میں موت کے وقت جو علامتیں ہوا کرتی ہیں وہ سب حضرت میں مجھکو نظر آرہی ہیں اسواسطے مناسب ہے کہ تم حضرت سے خلافت کے بارہ میں دریافت کرلو کہ آپکے بعد یہ منصب کس کو دیا جائے ۔

حضرت علیؓ نے فرمایا چچا جان ایسی حالت میں میرا جی تو نہیں چاہتا کہ حضرت سے یہ سوال کروں ۔

جب بیماری کی زیادہ شدت ہوئی تو حضرت صلعم نے بی بی عائشہؓ سے ارشاد کیا (کیونکہ حضرت اس مرض موت میں انہی کے حجرے میں تھے) کہ اپنے باپ ابو بکرؓ سے کہو کہ میں نماز کے لئے باہر نہیں آسکتا تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور میری جگہ امامت کرو ۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ۔ حضور ! میرے باپ بہت نرم دل ہیں اور انکو آپ سے از حد محبت ہے ان سے یہ کام نہو سکیگا جب وہ آپکی جگہ خالی دیکھینگے تو بیقرار و بیخود ہو جائینگے آپ اس کام کیلئے کسی اور کو مقرر کیجئے ۔

مگر حضرت صلعم نے بار بار یہی فرمایا کہ ابو بکرؓ ہی میری جگہ امامت کریں آخر ابو بکرؓ نے حکم کی تعمیل کی اور پانچ وقت نماز پڑھائی آخری وقت میں حضرت صلعم کی حالت ذرا سنبھلی اور آپ حضرت علیؓ کے سہارے باہر تشریف لائے اسوقت جماعت ہو رہی تھی نمازیوں نے حضرت صلعم کی آہٹ سنکر کھنکارنا شروع کیا تاکہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت صلعم کی تشریف آوری معلوم ہو جائے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ امامت سے پیچھے ہٹے اور چاہا کہ نماز توڑدیں مگر حضرت صلعم نے ان کی پشت پر ہاتھ رکھا اور خود امامت پر کھڑا کر دیا اور آپ ان کی داہنی طرف کھڑے ہو گئے مگر کمزوری کے سبب کھڑے نہ ہو سکے تو بیٹھ گئے اور بیٹھکر نماز پڑھی ۔

اس نماز کے بعد جو اندر تشریف لے گئے تو پھر تشریف نہ لائے یہانتک کہ وفات ہو گئی ۔

وفات کے وقت حضرت صلعم حضرت عائشہؓ کی گود میں تھے شیعوں کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی گود میں تھے اور وصال کے وقت حضرت علیؓ نے آپکی ٹھوری کو ہاتھ سے سہارا دیا ۔

حضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ میرا کفن دفن اہل بیت کرینگے جسوقت وفات کی خبر مشہور ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے اور فرمایا :-

اے لوگو ! اگر تم محمدؐ کی عبادت کرتے تھے تو سنو کہ ان کا وصال ہو گیا اور اگر تم خدا کی عبادت کرتے

سے تھے تو یاد رکھو کہ وہ زندہ موجود ہے ؞

حضرت عمر فاروق رضؓ کو بہت غم تھا اور وہ فرماتے تھے کہ حضرت صلعم خدا کے ہاں گئے ہیں پھر آجائینگے ؞ حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کو بھی سمجھایا اور کہا کہ موت ایک ہی دفعہ آتی ہے یہ تمہارا خیال غلط ہے کہ حضرت صلعم دوبارہ تشریف لائینگے ؞

حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت

ادھر تو لوگوں میں حضورؐ کی وفات سے تہلکہ مچا ہوا تھا اور اہل بیت غم کے پتلے بنے خانۂ رسول میں جمع تھے جن کا والی جن کا سر دھرا جن کا پشت پناہ دنیا سے رخصت ہو گیا تھا اُدھر مدینہ کی باشندوں نے جن کو انصار کہتے ہیں ایک جلسہ قرار دیا اور سب لوگ وہاں جمع ہوئے ؞

یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو پہنچی کہ عنقریب انصار اپنے سردار حضرت سعد ابن عبادہ رضؓ کے ہاتھ پر خلافت رسولؐ کی بیعت کرنے والے ہیں ؞

حضرت ابوبکر رضؓ یہ سُنتے ہی حضرت عمر رضؓ کو لیکر اس جلسہ میں گئے وہاں دیکھا کہ واقعی ایک انبوہ عظیم جمع ہے انصار نے حضرت ابوبکر رضؓ سے کہا ہم اپنے لوگوں میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تاکہ انتظام امت قائم رہے اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ایک تقریر کی جس میں پہلے انصار کے مناقب و اوصاف بیان کئے اور بتایا کہ اُنھوں نے رسولِ خدا صلعم اور تمام مہاجرین کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کئے ہیں اور ایسے وقت مدد کی ہے جبکہ حضرت صلعم مکہ چھوڑ کر ان کے وطن میں مسافرانہ تشریف لائے تھے۔

آخری وقت خود رسولِ خدا صلعم نے وصیت فرمائی تھی کہ قرآن شریف اور اپنی آل کو تم میں چھوڑتا ہوں اسکی پیروی کرنا ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اسی وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ انصار کے احسانات کو یاد رکھنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا ؞

پس اے گروہ انصار ہم تمھاری بزرگی اور عزت کا اقرار کرتے ہیں مگر خلافت اور امامت کا حق قریش کا ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اَلْاَئِمَّةُ مِنَ الْقُرَیْشِ امام قریش میں ہوں گے ؞

لہذا تم خلافت قریش ہی میں رکھو اور اپنے محبوب رسولؐ کے منشا کے خلاف کچھ نہ کرو دو شخص بہت

جھگڑے پڑینگے اور سخت فساد کا اندیشہ ہے ؛

انصار اس تقریر سے راضی ہو گئے اور انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا ؛

انصار کے راضی ہوتے ہی حضرت عمرؓ نے جلدی سے حضرت ابو بکرؓ کو پکارا کہ آپ ہاتھ پھیلائیے ہم آپکے ہاتھ پر بیعت کرینگے اور آپ ہی قریش میں بڑے بزرگ اور سب سے زیادہ لائق ہیں ؛

حضرت عمرؓ کے اس کہنے سے حضرت ابو بکرؓ نے ہاتھ پھیلا دیا اور سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے بیعت کی اور پھر سب انصار اور حاضرین جلسہ نے بھی بیعت کر لی جوں ہی یہ خبر مشہور ہوئی رات تک سارے اہل مدینہ نے بیعت کر لی۔ مگر حضرت علیؓ نے بیعت نہ کی بعض کہتے ہیں چالیس دن بعد کی بعض کہتے ہیں چھ مہینے بعد ؛

غرض یہ دن اور رات تو اسی انتظام میں گذرے دوسرے دن حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے اور لوگوں سے کہا کہ میں نے یہ عہدہ اسواسطے قبول کیا ہے کہ آپس میں فساد اور جھگڑا نہ پڑے اب میں تم جیسا اور تمہاری برابر ایک شخص ہوں اگر مجھ میں کوئی قصور دیکھو تو آزادی سے مجھ کو ٹوک دو اور آگاہ کر دو۔

جب یہ ہو چکا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ سب کو لیکر آنحضرت صلعم کے دفن کفن کی طرف متوجہ ہوئے اس عرصہ میں جبکہ خلافت کا قصہ ہو رہا تھا اہل بیت آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے رہے انھوں نے ان جھگڑوں میں مطلق حصہ نہ لیا۔ آخر آنحضرت کی وصیت کے مطابق اہل بیت نے جن میں حضرت علیؓ سب سے آگے تھے حضرت صلعم کو غسل دیا اور کفنا کر دفن کیا ؛

اختلافات کی ابتدا

یہاں سے اختلافات کی ابتدا ہوتی ہے ؛۔ شیعوں کا اعتراض ہے کہ حضرت عمرؓ نے جان بوجھ کر جلدی کی کیونکہ اہل بیتؑ اپنے غم میں حضرت ؐ کے پاس تھے انھوں نے توڑ جوڑ کر کے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنا دیا تاکہ حضرت علیؓ بے بس ہو جائیں۔ آنحضرت صلعم کے دفن کے بعد خلافت کی بحث ہوتی تو عام رائے حضرت علیؑ کو ملتی۔ مگر حضرت عمرؓ نے جیسے کہ آنحضرت ؐ کو وصیت نامہ نہ لکھنے دیا ایسے ہی خلافت بھی جلدی کر کے حضرت ابو بکر کو دلوا دی ؛

---

۵ تاریخ طبری کی چوتھی جلد میں یہ واقعہ مذکور ہے ۱۲ حسن نظامی

سنی جواب دیتے ہیں حضرت عمر رضؓ کی اسمیں بڑی مصلحت تھی اگر آنحضرت صلعم اہل بیت کی محبت کے سبب حضرت علیؓ کو خلافت نامہ لکھدیتے تو بنی ہاشم کے پرانے دشمن بنی امیہ فساد برپا کردیتے اسکے علاوہ چونکہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے دینی لڑائیوں میں بہت سے کفار مارے گئے تھے جن کی اولاد اب مسلمان ہوگئی تھی اس واسطے حضرت علی رضؓ کی خلافت کو اُن مقتولوں کی اولاد بھی قبول نہ کرتی اور عرب کی کینہ وری کے سبب ان کو حضرت علی رضؓ سے بغض ہوتا ۔

پس مصلحت یہ تھی کہ ایک ایسا آدمی خلیفہ ہو جسکو کسی جماعت خاص سے تعلق نہ ہو یعنی وہ ایسی جماعت میں نہ ہو جسکے لوگ زیادہ دشمن ہوں یا جسکا مدمقابل کوئی خاص فرقہ ہو۔

حضرت ابوبکر رضؓ کی خلافت سے مسلمانوں میں خونریزی رک گئی ورنہ رسول خدا صلعم کے دفن ہوتے ہی تلوار چلتی اور رسولؐ کا لگایا ہوا اسلامی پودا کٹ کر گر جاتا ۔

سنی یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم بھی اس مصلحت کو جانتے تھے اور انھوں نے بہت سی حدیثوں میں اسکا اشارہ کر دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صلعم نے کسی کیلئے خلافت مقرر نہ کی ۔

اسکے علاوہ حضرت ابو بکر رضؓ کو بار بار تاکید کرکے اپنی جگہ نماز کی امامت پر مقرر کرنا بھی اسپر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ ابو بکر رضؓ کی خلافت چاہتے تھے اور اسی میں مصلحت دیکھتے تھے ۔ کیونکہ حضرتؐ کو عرب کی عداوتوں کا پورا حال معلوم تھا خصوصًا بنی ہاشم و بنی امیہ کی دشمنی کو تو آپ خود سمجھتے تھے ۔

پس حضرت عمر رضؓ نے جو کچھ کیا اسلام کی محبت سے کیا اور وقت کے مناسب یہی تھا ۔

آنحضرت صلعم کے دفن میں دیر لگانے کا سنی یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ وقت بہت نازک تھا ذرا بھی دیر کیجاتی اور دفن کفن میں مصروفیت ہوتی تو انصار اپنا خلیفہ بنالیتے اور پھر قتل و ہنگامہ شروع ہو جاتا ۔ صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے جسم پاک سے غفلت کی مگر آپ کی روح اسلام کی خاطر کے سبب ۔ کیونکہ غفلت میں خود اسلام کو خطرہ تھا اور اسلام آنحضرت صلعم کی روح تھی ۔

حضرت عمر رضؓ کی خلافت

میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے واقعات نہیں لکھتا کہ ان کے عہد میں کیا کیا

کام ہوئے کیونکہ اسکو میری کتاب کے مقصد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو صرف چاروں خلافتوں کا وہ حال لکھنا چاہتا ہوں جو خلافت مقرر ہونے کے وقت پیش آیا کیونکہ ان ہی خلافتوں کے باعث کربلا کا واقعہ ہوا تھا جسکے لئے میں یہ کتاب محرم نامہ لکھ رہا ہوں ؛

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دو برس چار مہینے خلافت کی اور آخر وہ بیمار ہوئے ایک سال پہلے یہودیوں نے ان کو زہر دیدیا تھا جسکی خاصیت یہ ہوتی ہو کہ اسکا اثر ایک سال میں ہوتا ہے چنانچہ زہر نے اثر کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی ؛

حضرت ابوبکر رضؓ گورے رنگ کے تھے اور بہت دبلے تھے انکے بدن پر رگیں دبلاپے کے سبب الگ الگ معلوم ہوتی تھیں۔ چہرہ زرد تھا ڈاڑھی سفید تھی ؛

حضرت عمر رضؓ انکی خلافت کے زمانہ میں بھی نائب تھے یعنی بطور میر منشی کے کام کرتے تھے جب حضرت ابوبکر رضؓ کو یقین ہوا کہ وہ اس مرض سے جانبر نہ ہونگے تو انکو اپنے بعد خلافت کی فکر ہوئی اور انھوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بلایا اور اُن سے پوچھا کہ اگر میں خلافت حضرت عمر رضؓ کو دوں تم پسند کروگے ؟ ابن عوف نے جواب دیا کہ بہت ہی اچھی بات ہوگی مگر حضرت عمر ذرا سخت آدمی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے جواب دیا کہ سخت جبھی تک ہیں کہ میں زندہ ہوں جب خود اپنر بوجھ پڑیگا تو درست ہو جائینگے ؛

اسکے بعد ابوبکر رضؓ نے حضرت عثمان غنی رضؓ اور سب مہاجرین و انصار کے بڑے بڑے لوگوں کو بلاکر علیحدہ علیحدہ مشورہ لیا اور سب نے حضرت عمر رضؓ کے حق میں رائے دی ؛

اسوقت حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کو حکم دیا کہ خلافت نامہ لکھو جب بھی کسی نے چون وچرا نہ کی۔ مگر حضرت طلحہ بولے :-

آپ کو معلوم نہیں کہ آپکے زمانہ میں عمر رضؓ نے کیسی کیسی سخت گیریاں کیں ہیں اب آپ انہی کو خلیفہ بناتے ہیں اور دنیا سے جاتے ہیں خدا کو کیا مُنہ دکھائیگا۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا :-

میں خدا سے یہ کہونگا۔ خلقت میں جو سب سے بہتر تھا اسکو خلقت پر خلیفہ کر کے آیا ہوں ؛

اس جواب سے حضرت طلحہ چپ ہوگئے اور حضرت عمر رضؓ کی خلافت عام طور سے مان لی گئی ؛

حضرت عمرؓ کی خلافت بہت شاندار رہی۔ ان کے عہد میں روم، شام، ایران کامل طور سے فتح ہو گئے اور اسلام ایک عظیم سلطنت کا مالک بن گیا۔

حضرت عمرؓ نے ایک روایت کی بموجب دس سال پانچ مہینے بیس دن خلافت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان کی حکومت دس سال چھ ماہ چار دن رہی۔

انھوں نے ستاون برس (بعضوں کے نزدیک ترسیٹھ سال) کی عمر میں ایک پارسی غلام ابولولو کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہادت پائی جس کا پورا حال آگے آئیگا۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافتیں

جب حضرت عمرؓ کو اپنی زندگی سے ناامیدی ہوئی تو انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو خلوت میں بلایا۔ اور فرمایا کہ میں تم کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔

ابن عوف نے نہایت عقلمندی سے جواب دیا:- میں آپ ہی سے مشورہ لیتا ہوں کہ کیا میں آپکی جانشینی اور مسلمانوں کی خلافت قبول کر لوں؟

یہ سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا:- اچھا بیٹھ جاؤ میں تم سے ایک اور کام لینا چاہتا ہوں۔ چند لوگ جن سے آنحضرت صلعم بہت خوش تھے۔ یہ خدمت میں ان کے گلے ڈالونگا ایک انمیں حضرت عثمان ہیں۔ دوسرے حضرت علی تیسرے زبیر بن العوام چوتھے سعد بن ابی وقاص۔ پانچویں طلحہ ابن عبدالرحمٰن تم ان پانچوں کو بلاؤ اور انمیں سے ایک کو خلافت کے لئے چن لو۔

چنانچہ یہ پانچوں حضرات بلائے گئے تو معلوم ہوا کہ طلحہ ابن عبدالرحمٰن باہر گئے ہوئے ہیں حضرت عمرؓ نے چاروں اصحاب کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تم میں سے ایک کو خلافت کیلئے نامزد کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا تم کو چاہئے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے مشورہ سے آپس میں فیصلہ کر لو اور تم سب ملکر یعنی پانچوں آدمی جسکو منتخب کر لوگے وہی خلیفہ ہو جائیگا۔

اسکے بعد فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی خلیفہ ہو جائے تو انصار کا

بہت خیال رکھے اور ان کی ہر طرح دلجوئی کرے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تمہارے رسول صلعم کا ساتھ دیا اور بیشمار خدمتیں انجام دیں اور وصیت کرتا ہوں اسکی کہ جو غیر مسلم تمہاری رعایا ہیں ان کی حفاظت کرنا اور ان تمام وعدوں پر عمل کرنا جو خدا اور اسکے رسول ؐ نے ان لوگوں سے کئے ہیں۔

اسکے بعد حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا اے علیؓ! اگر خلافت تم کو ملے تو بنی ہاشم کو مسلمانوں پر مسلط نہ کر دینا۔ یہی حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اگر تم کو خلافت ملے تو بنی امیہ کو مسلمانوں پر فروغ اور فوقیت نہ دینا۔ حضرت زبیرؓ و حضرت سعدؓ سے بھی فرمایا کہ اگر تم کو خلافت ملے تو اپنے خاندان بنی زہرہ کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ نہ بڑھانا۔ سب کو برابر رکھنا اور سب کے حقوق کی یکساں رعایت کرنا۔

بعض لوگوں نے کہا آپ خود ہی کسی کو نامزد کر دیجئے بعد کا جھگڑا نہ رکھئے آپ نے فرمایا اگر حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح زندہ ہوتے تو میں انکو خلافت دیتا کہ اکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ وہ سالم ہیں اور خدا کی محبت میں پکے ہیں۔

ایک شخص بولا تو آپ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلافت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا چپ خدا تجھکو غارت کرے تو نے یہ مشورہ خدا کے واسطے نہیں دیا اور نہ مسلمانوں کے فائدہ کیلئے بلکہ مجھکو خوش کرنیکے واسطے یہ کہا۔ جو شخص (یعنی عبداللہ ابن عمر) اپنی بیوی کے طلاق دینے میں ٹھیک فیصلہ نہ کر سکتا ہو وہ مسلمانوں کا کیا خاک فیصلہ کریگا۔

دوسرے وقت آپنے پھر ان پانچوں حضرات سے پوچھا کہ تم نے آپس میں مشورہ کیا؟ ان لوگوں نے عرض کی۔ ہم میں اگر سعد بن زیدؓ بھی شریک کر دئے جائیں تو مناسب ہے۔

سعد بن زید قبیلہ عدی سے تھے اور حضرت عمرؓ بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اسواسطے حضرت عمرؓ نے ان لوگوں سے کہا جو سعد بن زید کو شریک مشورہ چاہتے تھے۔

بس! بنی عدی سے ایک آدمی کافی ہے اور وہ میں تھا کہ اپنا کام ختم کر چکا۔ خبر نہیں میرا ہی کیا حشر ہو۔ اب بنی عدی میں سے اور کسی کو لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ میں ان چاروں آدمیوں کے فضائل بیان کر دیتا ہوں تاکہ تم کو انتخاب میں آسانی ہو۔

حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ رسولِ خدا کے اقربا میں ہیں۔ حضرت زبیر رسولؐ کے چچا کے فرزند ہیں۔ حضرت طلحہ وہ ہیں جن کو رسولؐ نے طلحۃ الخیر فرمایا ہے۔

میں ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتا تم ہی آپس میں طے کر لو اور ایک کو خلیفہ بنا لو۔ مگر اس میں تین دن سے زیادہ دیر نہ لگے۔

اسکے بعد حضرت طلحہ انصاری کو بلایا اور فرمایا تم پچاس انصار کے ساتھ بیت المال کی حفاظت کرو جبتک کہ خلافت کا فیصلہ ہو۔

اور سنو جب سب آدمی ایک پر اتفاق کر لیں اور صرف ایک آدمی مخالفت پر اڑا رہے تو اس مخالف کو قتل کر دینا تاکہ بعد میں فساد کھڑا نہ کرے۔ پھر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ تو بھی مشورہ میں شریک ہو میں تجھکو صرف مشورہ میں رائے دینے کا حق دیتا ہوں یہ نہیں کہ تجھکو خلیفہ بنا دیا جائے حضرت مقداد ابن اسود کو بلا کر فرمایا کہ میں تم کو ان مشورہ کرنیوالوں کا نگراں مقرر کرتا ہوں۔ اور حضرت صہیبؓ کو حکم دیا کہ تم خلافت طے ہونے تک مسلمانوں کی امامت نمازمیں کیا کرو۔ اسکے بعد حضرت عمرؓ نے مذکورہ چاروں حضرات کو طلب فرمایا حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ سے دریافت کیا کہ جاؤں یا نہ جاؤں؟ انھوں نے فرمایا مت جاؤ مجھے معلوم ہو کہ حضرت عمرؓ بنی ہاشم کو خلافت ہرگز نہیں دینگے اگر تم نہ گئے تو ہم کہہ سکینگے کہ انتخاب کے وقت بنی ہاشم میں سے کوئی موجود نہ تھا حضرت علیؓ نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے دوستوں کا ساتھ چھوڑ دوں۔

حضرت عباس نے فرمایا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم حضرت صلعم سے پوچھو کہ آپکے بعد خلافت کس کو ملے گی۔ تم نے نہ پوچھا اور میرا کہا نہ مانا پھر میں نے وفات رسول صلعم کے بعد تم سے کہا کہ گھر سے باہر آؤ۔ رسولِ خدا کے جنازہ کو ذرا چھوڑ کر خلافت کا انتظام کر لو۔ مگر تم گھر سے نہ نکلے اور جنازہ کے پاس بیٹھے رہے یہاں تک کہ دوسروں نے اپنی مرضی کے مطابق خلافت پر قبضہ کر لیا۔ اب میں نے کہا حضرت عمرؓ کے پاس نہ جاؤ تم نہیں مانتے۔ اب تم جانو تمہارا کام جانے۔

الغرض حضرت عائشہؓ کے مکان میں جلسہ ہوا اور یہ سب آدمی اندر جمع ہوئے اور دروازہ پر پہرہ

الگ گیا اگر کوئی اور آدمی اندر نہ جانے پائے مگر سارا دن گفتگو میں بسر ہوگیا۔ شام ہوگئی اور فیصلہ نہ ہوا۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ دوسرے دن بھی یہی ہوا۔ تیسرے دن حضرت مقداد نے جوان کے نگراں مقرر ہوئے تھے قسم کھائی کہ آج میں ان کو فیصلہ کئے بغیر اُٹھنے نہ دونگا۔

جب تیسرے دن بھی فیصلہ کی صورت نہ نکلی تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا تم میں سے ہر ایک اپنا حق جتاتا ہے اب فیصلہ کیونکر ہو؟ اسکو سنکر سب چپ ہوگئے اسپر ابن عوف بولے اچھا اب اسپر تصفیہ ہے کہ جو حکم میں کروں تم اُسکو قبول کرلو۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہم کو منظور ہے بشرطیکہ تم اپنے کنبہ والوں اور اپنے دوستوں کی رعایت نہ کرنے کا حلف اُٹھالو۔ ابن عوف نے اسکا اطمینان دلایا تو یہ بات ٹھیری کہ ابن عوف ایک الگ حجرہ میں بیٹھکر ایک ایک امیدوار کو اپنے پاس بلائیں۔

اول حضرت علی کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم کہتے ہو میں بنی ہاشم کا سردار ہوں۔ میں رسول کا داماد ہوں اور بیشک سچ کہتے ہو لیکن اگر تم کو یہ حق نہ ملے تو ان لوگوں میں سے کس کو زیادہ مستحق خلافت کا سمجھتے ہو؟ حضرت علی نے فرمایا

حضرت عثمان رضؓ کو

پھر ابن عوفؓ نے حضرت عثمان کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم اپنے بہت سے مناقب بیان کرتے ہو اور وہ ٹھیک ہیں لیکن اگر تم کو یہ خلافت نہ مل سکے تو اپنے بعد کسکو اسکا حقدار سمجھتے ہو؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا

حضرت علی رضؓ کو

پھر حضرت زبیر کو بلایا اور ان سے بھی یہی عبارت کہی۔ حضرت زبیرؓ نے کہا

حضرت عثمان رضؓ کو

حضرت سعد کو بلایا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا

حضرت عثمان رضؓ کو

اس گفتگو کے بعد حضرت ابن عوف مجلس میں آگئے اور فرمایا اس مخفی گفتگو سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت

علی یا حضرت عثمان کو خلافت ملنی چاہئیے:۔ آج کی رات مہلت دو کل میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرونگا۔ یہ کہکر جلسہ برخاست کر دیا گیا*

اسی شام کو حضرت علی کی حضرت زبیر سے ملاقات ہوئی۔ حضرت علی نے فرمایا اگر تم خلافت چاہتے ہو تو میں تمھاری بیعت کو تیار ہوں ورنہ حضرت عثمان کے مقابلہ میں میرا حق زیادہ ہے میری رائے دینا۔ حضرت زبیر نے فرمایا کہ بہت اچھا میں ایسا ہی کرونگا۔ اسکے بعد حضرت علی حضرت سعد سے ملے اور ان سے بھی یہی کہا۔ حضرت سعد نے بھی اقرار کیا کہ میں تمہاری رائے دونگا*

حضرت علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ مجھکو عبدالرحمٰن ابن عوف کا میلان حضرت عثمان کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ تم لوگ میرے دوست ہو ایسا نہ ہو کہ میری حق تلفی ہو جائے* ملہ

اس رات کو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف نے دوسرے سرداران قبائل سے جو خلافت کا فیصلہ سننے کو جمع ہوئے تھے علیحدہ علیحدہ مشورہ کیا اور ان سے کہا کہ اب معاملہ دو آدمیوں پر آگیا ہے۔ ایک علی ہیں۔ ایک عثمان ہیں۔ ان سرداروں میں معاویہ کے باپ ابوسفیان اور عمرو بن العاص بھی تھے۔ ابوسفیان ابن عوف سے یہ بات سنکر سیدھے عمرو بن العاص کے مکان پر گئے اور ان سے کہا ابھی میری اور عبدالرحمٰن ابن عوف کی ملاقات ہوئی تھی انھوں نے مجھ سے رائے لی۔ میں نے عثمان کے حق میں رائے دی۔ اسپر ابن عوف بولے میں بھی عثمان کے حق میں ہوں۔ اب مجھے یہ خوف ہے کہ عثمان بہت نرم اور بھولے آدمی ہیں ایسا نہو کہ بات بگڑ جائے اور خلافت علی لے لیں*

اسپر عمرو بن العاص نے کہا کہ میں ابھی اسکا انتظام کر سکتا ہوں تم فکر نہ کرو*

یہ کہہ کر عمرو بن العاص سیدھے حضرت علی کے پاس آئے اور ان سے کہا:۔

تم میرے پرانے دوست ہو اور میں تمھاری خلافت کو دل سے چاہتا ہوں آج کی رات میں نے دیکھا عبدالرحمٰن ابن عوف اور اکثر سرداروں کی رائے تمھارے حق میں ہے اسواسطے میں چاہتا ہوں

ملہ حضرت علی کا یہ فرمانا دنیا کی حرص کے سبب نہ تھا بلکہ خدمت خلق کے شوق میں آپ خلافت کے طلبگار تھے تاکہ دین کی اور اہل دین کی کماحقہ خدمت کر سکیں جو اقتدار خلافت ہی حاصل ہونے سے اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ آجکل بھی کونسل اور پارلیمنٹ کی ممبری حاصل کرنیکو بہت لوگ اس سے زیادہ اپنے فضائل بیان کیا کرتے ہیں اور انمیں سے اکثر کا خیال یہی ہوتا ہے کہ خدمت خلق کا انسانی فرض ادا کریں* حسن نظامی

کہ تم میرے مشورہ پر عمل کرو۔ تاکہ کوئی خرخشہ نہ پڑنے پائے :-

حضرت علی نے فرمایا اے دوست مجھکو تجھپر اعتماد ہے تو جیسا کہیگا میں ویسا ہی کروں گا۔ تب عمرو بن العاص نے کہا تم جانتے ہو کہ عبدالرحمٰن ابن عوفؓ ایسے آدمی ہیں جنکی زبان و دل ایک ہے کل وہ تم کو خلافت دیتے وقت کہینگے " اقرار کرو کہ میں خدا اور رسول اور گذشتہ دونوں خلفا کے طریقہ پر خلافت کرونگا۔ اُسوقت تم فوراً اقرار نہ کر لینا کیونکہ اس سے حاضرین کو معلوم ہوگا کہ تم خلافت کے خود طلبگار رہو۔ بلکہ یہ کہنا کہ میں ان شرطوں کو پورا کرنے کا عہد نہیں کر سکتا البتہ اپنی بساط کے موافق وعدہ کرتا ہوں کہ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھوں گا :-

یہ کہوگے تو عبدالرحمٰن ابن عوف تمہاری صاف بیانی سے خوش ہونگے اور تم ہی کو خلافت مل جائیگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا آفریں اے دوست خوب مشورہ دیا میں ایسا ہی کروں گا :-

یہاں سے فارغ ہو کر عمرو بن العاص حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا :-

ایک بات تم سے کہتا ہوں عمل کرو تو کہوں حضرت عثمان نے کہا جو کہوگے مانوں گا عمرو بن العاص بولے کل جب تم سے خلافت دیتے وقت کوئی شرط بیان کیجائے تو بغیر کسی عذر کے تسلیم کر لینا انکار نہ کرنا دیکھو کسی قسم کا پس و پیش تمہاری بات سے ظاہر نہو ہر سوال کا ہاں سے جواب دینا ورنہ علی کو خلافت ملجائیگی :-

حضرت عثمان نے اسکو منظور کر لیا اور فرمایا ایسا ہی کرونگا :-

فیصلہ کا دن

دوسرے دن اندھیرے سے حضرت ابن عوفؓ نے حضرت زبیر و حضرت سعدؓ کو بلایا اور فرمایا :-

بھائی میں ساری رات نہیں سویا اس فکر کے مارے کہ جو کام میرے سپرد ہوا ہے اُسکو عمدگی سے انجام دوں۔ اب تم دونوں بتاؤ کہ اپنا حق کس کو دیتے ہو؟ پہلے مشورہ میں تو ان دونوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں رائے دی تھی مگر آج کہا کہ ہم دونوں حضرت علی کو پسند کرتے ہیں انہی کو خلافت ملنی چاہئے :-

اسکے بعد حضرت ابن عوفؓ نے حضرت علیؓ و حضرت عثمانؓ کو بلایا راستے میں حضرت عثمانؓ قاصد سے پوچھا وہاں صبح کیا ہوا؟ قاصد نے کہا سعدؓ و زبیرؓ بلائے گئے تھے انھوں نے حضرت علیؓ کے حق میں

رائے دی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو یہ بات ناگوار ہوئی مگر وہ خاموش ہو گئے۔

جب سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کر سارا قصہ بیان کیا اور کہا اب دو آدمیوں پر نظر ہے ایک حضرت علیؓ ہیں دوسرے حضرت عثمانؓ ہیں۔ اب تم بتاؤ کہ کس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور کس کو خلیفہ بنائیں؟ ہم مشورۂ خاص کر چکے اب فیصلہ مشورۂ عام سے ہوگا۔ حضرت عمار بن یاسرؓ بولے:۔

حضرت علیؓ سے بیعت کرنی چاہئے تاکہ جھگڑا فساد نہ ہو۔ حضرت مقدادؓ نے اسکی تائید کی۔

اسپر حضرت عثمانؓ کے بھانجے عبداللہ بن سعد بن سرح نے کہا۔ حضرت عثمانؓ کو خلافت ملنی چاہیئے میں ان کے حق میں رائے دیتا ہوں۔

عبداللہ بن سعد ایک زمانہ میں آنحضرت صلعم کا منشی تھا پھر مرتد ہو گیا تھا اور آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا کہ اسکو قتل کر دو مگر وہ کسی ترکیب سے بچ گیا۔ اب جو اس نے مسلمانوں اور بڑے صحابہؓ کے سامنے یہ جرأت کی تو حضرت عمار بن یاسرؓ نے فرمایا:۔

اے مرتد! تجھکو رائے دینے کا کیا حق ہے اور تجھکو مسلمانوں کے کام سے کیا سروکار ہے؟

حضرت عمارؓ کے اس کہنے سے بنی مخزوم کے ایک شخص نے حضرت عمارؓ کو گالی دی اسپر بنی ہاشم کو طیش آ گیا اور انھوں نے بھی بنی مخزوم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

یہ رنگ دیکھ کر سعد ابن وقاصؓ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے فرمایا۔ اے لوگو! جھگڑا نہ کرو اور خدا کے غضب سے ڈرو اور پھر حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ سے کہا۔ جلدی کرو اب دیر کا وقت نہیں ہے ورنہ بہت بڑا فساد ہونے والا ہے۔ اسپر حضرت ابن عوفؓ کھڑے ہوئے اور کہا:۔

خاموش ہو جاؤ کوئی نہ بولے مجھے جو کرنا ہے ابھی کرتا ہوں۔ یہ کہکر حضرت علیؓ کو پاس بلایا اور ان کے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت علیؓ کے ہاتھ کے نیچے اور فرمایا:۔

اقرار کر عہد باندھ کہ مسلمانوں کا یہ کام کتاب خدا اور سنت رسولؐ اور سیرت ہر دو خلفاء کے موافق کرے گا

حضرت علیؓ نے عمرو بن العاص کے مشورہ کے موافق فرمایا میں یہ عہد نہیں کر سکتا مگر کہتا ہوں

کہ اپنے علم کی موافق کوشش کرونگا اور ان تینوں باتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دونگا اور خدا سے مدد چاہونگا کہ وہ مجھ کو ان تینوں پر عمل کی توفیق دے ؛

عبدالرحمٰن ابن عوفؓ یہ سُنکر سناٹے میں رہ گئے اور سارا مجمع ششدر رہ گیا ؛

عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا ہم ایسے کمزور کو نہیں چاہتے ؛

پھر حضرت عثمانؓ کو بلایا اور اُن سے یہی الفاظ کہے حضرت عثمانؓ نے اقرار کیا اور صاف صاف ہر عہد کو مان لیا اسپر حضرت ابن عوفؓ نے آپ سے بیعت کی اور پھر سب حاضرینؓ جوق جوق بیعت کرنی شروع کر دی۔ حضرت علیؓ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اُنکی زبان سے یہ الفاظ نکلتے تھے۔ مکر فریب۔ فریب ؛

جب تمام مجمع نے حضرت عثمان کی بیعت کرنی شروع کر دی تو حضرت علیؓ نے وہاں سے جانے کا قصد کیا۔ اسپر حضرت ابن عوفؓ نے کہا:-

آپ کہاں تشریف لیجاتے ہیں۔ حضرت عثمان کی بیعت کیجیے۔ آپ کو یاد نہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "جو عہد توڑتا ہے وہ اپنے نفس پر ہلاکت، بال لاتا ہے" آپ وعدہ کر چکے ہیں کہ میں تمہارے فیصلہ کو تسلیم کرونگا اور جو تم حکم دوگے مانونگا۔ اب میرا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی بیعت کرو۔ حضرت عمرؓ نے فرمادیا تھا کہ جو شخص تیرا حکم نہ مانے اور اتفاق عام سے علیحدہ ہو کر مخالفت کرے اُسکو قتل کر دیجیو ؛

یہ سُنکر حضرت علیؓ پلٹے اور انھوں نے بھی حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں بھی اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا اور شوکت دین کو بہت کچھ ترقی ہوئی مگر آخر وقت میں فتنے فساد برپا ہوئے اور حضرت عثمان بسبب بڑھاپے کے اور اچھی صلاح کار نہ ملنے کے ان جھگڑوں کو دبا نہ سکے یہاں تک کہ ایک دن خود حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ؛

اس شہادت کے واقعات نہایت دردناک ہیں میں نے ان کو ایک علیحدہ باب میں بہت تفصیل سے آگے بڑھکر لکھدیا ہے اسواسطے اب میں حضرت علی کی خلافت کا بیان شروع کرتا ہوں کہ اسکا انتخاب کیونکر ہوا اور اسمیں کیا کیا واقعات پیش آئے ؛

حضرت علیؓ کی خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کو سات دن گذر گئے اور کوئی خلیفہ مقرر نہ ہوا خلقت بے تاب تھی۔

اور کسی شخص کو اپنا امام بنانا چاہتی تھی ۰

چنانچہ مصر کے مسلمانوں کی ایک جماعت حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا آپ خلافت قبول فرمایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:۔ میں یہ منصب قبول نہیں کرتا۔ لوگوں میں اختلاف پڑا ہوا ہے کوفہ کے لوگ حضرت زبیرؓ کی خلافت چاہتے ہیں۔ بصرہ کی خلقت حضرت طلحہؓ کی خلافت چاہتی ہے ایسی حالت میں جلدی مناسب نہیں ہے ٹھہرو مشورہ کر لینے دو جسطرح حضرت عمرؓ نے جلدی نہیں کی تھی اور سب مسلمانوں کے مشورہ سے اس کام کو انجام دیا تھا ایسا ہی ہم تم سب کو بھی کرنا چاہیئے ۰

تھوڑی دیر میں مدینہ کے بڑے بڑے لوگ جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا:۔ مسلمانوں کو امامت کے بغیر چارہ نہیں ہے ہاتھ لائیے ہم سب آپکی بیعت کریں اور آپ کو اپنا امام بنائیں۔ دیکھئے کہ اہلِ مدینہ اور پیغمبر خدا صلعم کے یار و اصحاب سب ہی اسوقت آپکی خدمت میں آ کر التجا لیکر آئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے انکو بھی وہی جواب دیا جو مصری مسلمانوں کو دیا تھا اور فرمایا:۔ تم حضرت عمرؓ کے زمانہ کیطرح باہم مشورہ کر کے ایک شخص کو چن لو اور پھر مجھ سے کہو میں سب سے پہلے اسکے ہاتھ پر بیعت کرونگا اور اُسکا تابعدار رہونگا جیسے کہ اس سے پہلے میں نے سب خلفاء کی اطاعت کی ہے مگر میں خود خلیفہ بننا نہیں چاہتا مجھکو تم مجبور نہ کرو مجھے خلافت درکار نہیں ۰

آخر سب لوگ جمع ہو کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ مسلمانوں کی امامت قبول فرمائیے مگر ان دونوں حضرات نے بھی انکار کیا۔ تب تمام پردیسی مسلمانوں نے جو باہر کے مسلمانوں سے خلافت کی بیعت کرنے کو مدینہ میں جمع ہوئے تھے مشورہ کیا اور سب ملکر انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم اپنے گروہ میں کسی کو خلیفہ بنالو تاکہ ہم اسکی بیعت کریں انصار نے بالاتفاق جواب دیا۔ ہم سوائے علیؓ کے اور کسی کی خلافت منظور نہیں کرتے نہ کوئی انکے سوا اس منصب کا مستحق نظر آتا ہے۔ انھوں نے کہا حضرت علیؓ نہیں مانتے ہم نے ان سے بہت کچھ عرض کر لیا۔ انصار نے کہا اچھا ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں سب جمع ہو کر عرض کرینگے تو حضرت ضرور قبول فرمالینگے ۰

چنانچہ سب کے سب حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:-
جہان بے امام ہوگیا۔ اور آپکے سوا اب کسی کا حق نہیں ہے مگر حضرت علیؓ نے اب بھی انکار کیا آخر بات یہ ٹھہری کہ مسجد میں جمع ہوکر مشورہ کرنا چاہئے۔

چنانچہ تمام خاص و عام مسلمان مسجد میں جمع ہوئے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے ایک تقریر کی اور فرمایا مجھے یہ خلافت ہرگز منظور نہیں ہے تم کسی اور کو خلافت دیدو میں اسکی بیعت کرلونگا۔ اسپر پردیسی مسلمانوں نے بہت عاجزی سے کہا کہ جب ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائینگے اسوقت آپ کسی کو مقرر کرینگے تو پھر وہی فتنہ فساد برپا ہوگا۔

یہ سنکر حضرت علیؓ نے فرمایا اصحاب رسول خدا صلعم کو جمع کرنا چاہئے تاکہ وہ اس معاملہ میں رائے دیں اور انمیں جسقدر ممتاز لوگ ہیں ان سے درخواست کرنی چاہئے تاکہ ان میں سے کوئی شخص عہدہ قبول کرلے۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پہلے لوگ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی مگر انھوں نے صاف انکار کیا وہاں سے سب حضرت سعید بن زیدؓ کے مکان پر حاضر ہوئے۔ اور اس تمنا کا اظہار کیا انھوں نے بھی انکار کردیا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے دولت خانہ پر آئے مگر انھوں نے بھی اس منصب کو قبول نہ فرمایا:-

آخر سب پھر حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے انھوں نے ارشاد کیا کہ اب تم کل صحابہ کو جمع کرو منادی کی گئی اور سب صحابہؓ مسجد میں آگئے البتہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نہیں آئے اور پیام بھیجدیا کہ مسلمان جسکو چاہیں خلیفہ بنالیں ہم اسکی بیعت کرلینگے حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں ان کو بلانا چاہئے۔ بغیر ان کے یہ کام نہیں ہوسکتا اسپر پھر ان دونوں کو بلایا گیا تو انھوں نے جواب بھجوایا کہ آج سب مسلمان بیعت کرلیں ہم کل بیعت کرلینگے۔

یہ جمعرات کا دن تھا حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا کل ہی پر رکھو جب طلحہؓ و زبیرؓ ہونگے اسوقت یہ کام ہوگا۔ مسلمانوں نے کہا کل جمعہ ہے ہم کو نماز جمعہ اپنے نئے خلیفہ کے ساتھ پڑھنی ہوگی لہٰذا جو کچھ کرنا ہو آج ہی کرنا چاہئے۔ ہم بغیر بیعت کئے آج مسجد سے نہ اٹھیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا میں طلحہؓ و زبیرؓ کے آئے بغیر کچھ کام کرنا نہیں چاہتا۔

یہ سنکر حضرت مالک اشترؓ اور حکیم بن جبلہؓ کھڑے ہوئے اور کہا ہم ان دونوں کو ابھی بلاتے ہیں چنانچہ یہ دونوں طلحہؓ و زبیرؓ کے پاس گئے۔ مالک اشتر نے حضرت طلحہ سے کہا:۔

مسلمانوں میں اختلافات پڑ رہا ہے۔ بغیر سردھرے کے ان کا کام خراب ہوا جاتا ہے اہل مدینہ اور سب مسلمان تمہارے پاس آئے تم نے انکی بیعت قبول نہ کی۔ اب میرے ساتھ چلو اور مسجد کے جلسہ میں اس مرحلہ کا فیصلہ کردو تاکہ مسلمان اس کشمکش اور بے اطمینانی کی حالت سے نجات پائیں۔ اور ان کی پراگندہ خاطری دور ہو۔

یہی تقریر حضرت حکیم بن جبلہ نے حضرت زبیر سے کی اور یہ دونوں راضی ہو کر مسجد کے جلسہ میں تشریف لائے اسوقت حضرت علیؓ نے فرمایا میں اس منصب خلافت کو نہیں چاہتا تم دونوں مجھ سے بہتر یہ کام عمدگی سے انجام دے سکتے ہو لہٰذا آگے بڑھو تم میں سے ایک کی میں بیعت کرلوں۔ بلکہ اے طلحہؓ! میرے خیال میں تو ہی زیادہ مستحق ہے ہاتھ بڑھا کہ میں تجھ سے بیعت کرلوں۔

حضرت طلحہؓ بولے:۔ معاذ اللہ اے ابوالحسنؓ (یعنی حضرت علیؓ) جہاں آپ ہوں آپکے علم اور ولایت کا درجہ ہو وہاں میری کیا مجال ہے کہ خلیفہ ہوں۔ اسپر حضرت مالک اشتر نے آواز دی:۔

اے علی! ہاتھ پھیلاؤ۔ حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا اور سب سے پہلے حضرت طلحہ نے اُن سے بیعت کی۔ ان کے بعد حضرت زبیر نے پھر سعید بن سعد ابن ابی وقاصؓ نے پھر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے پھر محمد ابن ابی بکرؓ نے پھر تمام اصحاب رسول نے جب خواص کی بیعت ہو چکی تو عوام کا نمبر آیا عوام میں سب سے پہلے جس نے بیعت کی وہ مالک اشترؓ تھے ان کے بعد حکیم ابن جبلہ۔

غرض یہ بیعت کا سلسلہ جمعہ کی صبح تک قایم رہا اور سب نے بیعت کرلی سوائے چند افراد کے کہ انھوں نے بیعت نہ کی اور شام میں معاویہ کے پاس بھاگ گئے۔

حضرت طلحہ کا ایک ہاتھ شل اور بیکار تھا۔ جس وقت سب سے پہلے انھوں نے اپنا وہ شل ہاتھ بیعت کے لیے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر رکھا تو ایک شخص حاضرین جلسہ میں سے بولا:۔

خدا خیر کرے یہ شل ہاتھ پہلے بیعت کو بڑھا ہے یہ خلافت شل اور بیکار رہتی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عثمان رضؓ کی خلافتوں کا حال تو سُن لیا کہ یہ لوگ کیونکر منتخب ہوئے اب میں اس بیان کو ختم کرتا ہوں اور اُن چھ شہادتوں کی کیفیت سُناتا ہوں جو واقعہ کربلا سے پہلے اسلام میں واقع ہوئیں اور جن میں سے ایک تو اسقدر دردناک ہے کہ کوئی شخص آنسو بہائے بغیر اس کتاب کو پڑھ نہیں سکتا۔

شروع اسلام کے چھ شہید

شہادت اس مرنے کو کہتے ہیں جو خدا کے دربار میں مقبول ہو دین کی لڑائی میں کوئی شخص کفار کے ہاتھ سے مارا جائے تو وہ بڑا شہید ہے کسی ظالم کے ہاتھ سے بیگناہ قتل کیا جائے تو یہ مقتول بھی شہادت کا درجہ پائیگا۔ دشمن زہر دیکر ہلاک کردے یا طاعون وہیضہ سے مرجائے تو ایسے مرنیوالے کو بھی شہید کا درجہ ملیگا اسی طرح حدیثوں میں اور بھی بہت سی موتوں میں شہادت کا رتبہ ملنے کا بیان آیا ہے۔

دین اسلام کے شروع میں سب سے پہلی شہادت ہم سب کے آقا اور ہادی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی۔ کیونکہ ان کو خیبر کے میدانِ جنگ میں ایک ظالم نے زہر دیا تھا جس کا اثر فوراً تو ایسا نہوا جس سے جان کو نقصان پہنچتا مگر آہستہ آہستہ اثر ہوتا رہا یہانتک کہ آخر اسی زہر کی وجہ سے آنحضرت صلعم کی وفات ہوئی۔

چنانچہ جب حضرت صلعم علیل ہوئے ہیں تو خود فرمایا کہ اس مرض میں زندگی دشوار ہے کیونکہ یہ خیبر والے زہر کا اثر ہے۔

دوسری شہادت حضرت ابو بکر صدیق رضؓ خلیفۂ اول کو میسر آئی آپ کو بھی ایک کافر نے زہر دیا تھا اور یہ زہر اُسی قسم کا تھا جسکا اثر فوراً نہیں ہوتا بلکہ ایک سال کے بعد ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی فرمایا تھا کہ میری یہ بیماری اس زہر کے سبب سے ہے اور میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

تیسرے شہید حضرت عمر فاروقؓ تھے جن کو ایک پارسی غلام فیروز عرف ابو لولو نے خنجر سے نماز کی حالت میں شہید کردیا۔ لکھا ہے اس پارسی غلام کا اپنے آقا حضرت مغیرہ بن شعبہ سے جھگڑا ہوا

تھا۔ حضرت مغیرہ نے دو درم روز فیروز پر مقرر کئے تھے کہ کما کر ان کو دیا کرے ۔

فیروز حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرے آقا مغیرہ نے دو درم روزانہ مجھپر لگائے ہیں یہ بہت زیادہ ہیں میں اتنا نہیں کما سکتا آپ کچھ کم کرا دیجئے ۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا تو کیا کام جانتا ہے؟ فیروز نے کہا رودگری۔ نقاشی اور آہنگری ۔

حضرت عمرؓ بولے جو شخص اتنے کام جانتا ہو اُس کو دو درم کمانے کیا مشکل ہیں۔ تیرا دعویٰ خارج۔ تجھکو دو درم دینے ہونگے ۔

فیروز کو یہ فیصلہ بہت ناگوار ہوا مگر چپ رہ گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا میں نے سنا ہے تو آٹا پیسنے کی چکی بناتا ہے۔ فیروز نے کہا ہاں۔ حضرتؓ نے فرمایا اچھا میرے لئے بھی ایک اچھی سی چکی بنادے فیروز نے کہا بہت اچھا ایسی چکی بناؤں گا جسکی شہرت مشرق و مغرب میں کہیں نہ ہوگی ۔

حضرت عمرؓ نہ سمجھے کہ اسنے یہ کیا فقرہ کہا۔ دوسرے دن کعب ابن احبار حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا۔ توبہ کر لیجئے آپ کی زندگی کے صرف تین دن رہ گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تعجب سے پوچھا کیونکر جانا میں تو کچھ بیمار بھی نہیں ہوں ۔

حضرت کعبؓ نے کہا میں نے توریت اور پرانی کتابوں میں دیکھا ہے کہ آپ حضرت پیغمبر خدا صلعم کی خلافت اتنی مدت کرینگے۔ اس حساب سے آپکی مدت خلافت میں صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ حضرت عمر یہ سنکر خاموش ہو گئے اور غالباً ان کو یہ روایت خلاف عقل معلوم ہوئی ۔

تیسرے دن صبح کی نماز میں فیروز اوّل صف کے اندر جاکر بیٹھا اور جسوقت حضرت عمرؓ نماز کے لئے امامت کے مصلے پر آگے بڑھے فیروز نے حبشی خنجر سے لگاتار چھ وار کئے دونوں پہلو زخمی ہوئے اور پیٹ میں زیر ناف بہت بڑا زخم لگا ۔

حضرت گر پڑے اور فیروز اُچھل کر صفوں کو چیرتا ہوا بھاگ گیا۔ مگر بھاگ نہ سکا۔ ایک صحابی نے اسکو پکڑا اور اسی کے خنجر سے اُسکو مار ڈالا ۔

جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوگئی تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا

میرا خیال ہے کہ اکیلے فیروز کا یہ کام نہیں ہے اسمیں ہرمزان و جبینہ بھی شریک معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ایک دن ہرمزان و جبینہ اور فیروز کچھ مشورہ کر رہے تھے میں جو انکے پاس سے گذرا تو وہ چپ ہو گئے اور کھڑے ہو کر جانے لگے۔ اُس وقت فیروز کی بغل میں سے یہ خنجر گر پڑا جس سے اُس نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا ہے۔

ہرمزان ایک مسلمان غلام تھا جس نے حضرت عباسؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور انہی کا غلام کہلاتا تھا۔ اور جبینہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

عبداللہ ابن عمرؓ کو اس خبر سے شک ہوا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ فیروز۔ جبینہ و ہرمزان تینوں آپس میں بڑے دوست تھے اور اکثر مل کر بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے تازہ غم نے ابن عمر کو ازخود رفتہ کر دیا اور وہ سیدھے پہلے ہرمزان کے گھر پر گئے اور اُسکو قتل کر ڈالا۔ پھر حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے دروازے پر پہنچے اور وہاں ان کے غلام جبینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ حضرت سعدؓ کو خبر ہوئی تو وہ گھر سے باہر نکلے اور فرمایا تو نے میرے غلام کو کیوں مارا۔

حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا۔ تجھ سے بھی میرے باپ کے خون کی بو آتی ہے میں تجھکو بھی قتل کرونگا۔

حضرت ابن عمر کے گیسو لمبے لمبے تھے حضرت سعدؓ نے دوڑ کر ان کو پکڑ لیا اور نوکروں کو آواز دی باندھ لو اس دیوانے کو۔ نوکروں نے ابن عمر کو پکڑ کے گھر میں بند کر دیا جب حضرت عثمان خلیفہ ہو گئے تو سب سے پہلا مقدمہ ابن عمر کا پیش ہوا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ابن عمر کو قتل کرنا چاہیے اس نے ہرمزان کو جو بیگناہ مسلمان تھا ناحق مار ڈالا۔ اسلام میں چھوٹے اور بڑے کا یکساں درجہ ہے۔ مقتول غلام تھا تو ہوا کرے مسلمان تو تھا اس کا خون بڑے آدمی کے برابر ہے۔

ایک شخص بولا۔ اگر حضرت ابن عمر جیسے شخص کو قتل کروگے تو دنیا کہیگی خدا کا غضب مسلمانوں پر آ گیا جو وہ اپنے رسول کے ایسے نامی گرامی اصحاب کو قتل کئے ڈالتے ہیں۔

تمام بنی ہاشم ایک زبان ہو کر بولے ضرور ابن عمر سے ہرمزان کا قصاص لینا چاہیے اسلام عدل چاہتا ہے

حضرت عثمان رضؓ نے فیصلہ کیا "عبد اللہ ابن عمرؓ کے عوض خونبہا بیت المال سے ادا کر دیا جائے اور ابن عمر کو رہائی دی جائے۔"

حضرت علی رضؓ نے فرمایا:- یہ کونسا انصاف ہے بیت المال ایک ذاتی مجرم کا خوں بہا کیوں برداشت کرے سب مسلمانوں کا مال ہے۔ یہ قصہ قومی قصہ نہیں ہے ذاتی ہے ؛

اسپر حضرت عثمان نے فرمایا:- اچھا بیت المال سے نہیں میں اپنی جیب سے یہ جرمانہ ادا کرونگا اسوقت حضرت علی رض خاموش ہو گئے اور شہادت حضرت عمر رض کا قصہ تمام ہوا ؛

شہادت حضرت عثمان رض

حضرت عثمان کی شہادت کا قصّہ جیسا غمناک ہے ویسا ہی پیچیدہ ہے ایک ایسا آدمی جو کسی فرقہ کی طرفداری نہ کرنی چاہے جب حضرت عثمان کا واقعہ لکھیگا تو اس کو بہت مشکل ہوگی ؛

کیونکہ ایک طرف تو وہ دیکھیگا کہ حضرت عثمان رسول خدا صلعم کے داماد اور بڑے مقرب صحابی تھے اور ان کا ادب اُس کے دل میں حد درجہ ہوگا۔ دوسری طرف تاریخی واقعات سے اسکو حضرت عثمان رض کی چند ایسی بشری ناتوانی کی باتیں نظر آئینگی جو ان کی شہادت کے اسباب میں معاون ہوئیں ایسی حالت میں اُسکو چاہئے کہ واقعات سب لکھدے اور اپنا ادب نہ چھوڑے ؛

میں سنّی ہوں اور مجھپر حضرت عثمان کی عزّت حرمت لازم ہے۔ اسواسطے ان لوگوں کی پیروی نہیں کر سکتا جو حضرت عثمان کے قتل کو شہادت نہیں کہتے ؛

میں تو اپنے رسول صلعم کے پیارے دوست حضرت عثمان رض کے قتل کو شہادت ہی کہونگا انکی خلافت اور اسکے نزاعی واقعات کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں ہے خدا کو معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا تھی ؛

تاریخوں اور معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بہت نرم دل آدمی تھے ؛

اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ۔ جنتی بھولے ہوتے ہیں۔ ان میں بھی بھولپن بہت تھا۔

حضرت عمر رض نے تاکید کر دی تھی کہ خلافت حاصل ہونے کے بعد اپنے خاندان اور قبیلے کی رعایت

نہ کرنا - مگر حضرت عثمان اسپر عمل نہ کر سکے ان کو انکے قبیلہ بنی امیہ کے شریر آدمیوں نے اپنے قبضہ میں کر لیا اور ان کی خلافت سے خوب فائدے اُٹھانے شروع کئے - یہ بات دوسرے قبیلوں کے صحابہؓ اور ان مستحق لوگوں کو ناگوار ہوئی - جنکا حق بنی امیہ کے غیر مستحق لوگوں کے سبب مارا جاتا تھا حضرت عثمان نے صوبوں کی گورنری اور علاقوں کی حکومت بنی امیہ میں مخصوص کر دی - اور حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ صوبہ داروں اور حکام علاقہ جات کو معزول کرنا شروع کیا - سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے بھانجے عبداللہ بن سعد بن سرح کو ایک بڑے صوبہ مصر کا گورنر بنا دیا - اور یہ وہ مرتد تھا جسکے قتل کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا - عبداللہ بن سعد بن سرح بڑا مغرور اور مفسد اور بدباطن آدمی تھا - یہ بات اصحاب رسولخدا صلعم کو بہت ہی بُری معلوم ہوئی کیونکہ وہ اپنے آقا رسول صلعم کے معتوب آدمی کی عزت ایک آنکھ نہ دیکھ سکتے تھے - مروان نامی ایک شخص کو اپنا سکرٹیری بنایا تھا مروان بن الحکم بنی امیہ میں بہت ہی خود غرض اور شریر آدمی تھا - یہی حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا اور اسی نے حضرت عثمانؓ کو دوسرے صحابہ کی اچھی نصیحتوں پر عمل نہ کرنے دیا ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ

ایک بڑے نامی صحابی تھے - حضرت رسولخدا صلعم سے اُن کو عشق تھا اور حضرت صلعم بھی انکے ناز اٹھایا کرتے تھے - حدیثوں اور تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی ذرؓ بہت کھرے اور منہ پر صاف بات کہنے والے آدمی تھے - خدا کے حکم کی بموجب حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہ کرتے تھے - چھوٹا ہو یا بڑا بُرا کام کرتے دیکھتے تو کھلم کھلا ٹوک دیتے تھے ۔

ایک جہاد میں فوج کی سرداری برکت کے خیال سے حضرت ابی ذرؓ کے نام کی گئی - یہ مستانے اور شکل رسولؐ کے پروانے تھے - اللہ اللہ کرنے کے سوا لڑائی کی تدبیروں سے انھیں سروکار نہ تھا اس واسطے انکے ساتھ معاویہ کو کر دیا گیا تھا کہ فوج کو لڑائیں تو معاویہ مگر نام افسری میں حضرت ابوذر کا ہے کہ بزرگ کی برکت اور مقرب رسول کی عزت سے فتح نصیب ہو ۔

معاویہ حکمرانی اور عیش زندگانی کے حاکم تھے ممکن ہے ان میں کچھ وہ کمزوریاں ہوں جو دنیاوی

امراء میں عموماً ہوا کرتی ہیں۔ حضرت ابوذر نے ان کو نصیحت کرنی شروع کی امیر معاویہ کی عزت شام کے ملک میں بہت زیادہ تھی بڑے بڑے جھگڑوں اور مجمعوں میں حضرت ابوذر ٹوک دیتے تھے اور لوگوں کی نظر میں معاویہ کی خفت ہوتی تھی کہ ایک معمولی سا آدمی اتنے بڑے افسر کو مذہبی مسائل کی نصیحت کرتا ہے۔ مگر معاویہ بے بس تھے۔ فوج کی سرداری ابوذرؓ کے نام تھی اور معاویہ پر انکی اطاعت فرض تھی منہ سے کچھ نہ کہتے مگر دل ہی دل میں جز بز ہوتے۔

حضرت ابوذر کا یہ عالم تھا کہ معاویہ کی امیری اور ملک شام کی گورنری کا ذرا بھی خیال نہ کرتے تھے جہاں کوئی گناہ کرتے دیکھا اور یہ چیخ کیا کرتا ہے بےشرم نہیں آتی اسلام کے حکم کو بھول گیا توبہ کر اب ایسا کبھو نہ ہوتے ہوتے معاویہ عاجز آگئے اور ان کا ناک میں دم ہو گیا تو انھوں نے حضرت عثمان رضؓ کو عرضی بھیجی کہ یہ ملک شام ہے یہاں میری بڑی عزت ہے ابوذر اسکا خیال نہیں کرتے اور ذرا ذرا سی بات پر مجمع عام میں میری گرفت کرتے ہیں۔

حضرت عثمان نے بجائے اسکے کہ ایک طرف تو ابوذر کو نصیحت لکھتے کہ عام لوگوں کے سامنے نہ کہا کرو تخلیہ میں سمجھا دیا کرو۔ اور دوسری طرف معاویہ کو سمجھاتے کہ ابوذر کی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے رسول خدا صلعم کے سامنے بھی اسکا یہی حال تھا۔ وہ دین و مذہب کے خلاف دیکھکر بے تاب ہو جاتا ہے صبر و برداشت نہیں کر سکتا تم ایسا کام ہی کیوں کرو جو ابوذر کو یہ موقع ملے۔ مگر حضرت عثمان رضؓ نے ابوذر کو واپس بلانے کا حکم بھیجدیا معاویہ اور شامی امراء اس سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوذر کو اس فیصلہ سے ملال ہوا۔

حضرت ابوذر سمجھتے تھے کہ ابھی رسول صلعم کا سا زمانہ ہے میں دین کی خاطر بگڑونگا تو میری لڈائی کیجائیگی مگر یہ نہ جانتے تھے کہ تمہارے ناز اٹھانیوالے تو قبروں میں چلے گئے اب کسکے بل پر یہ مزاج کرتے ہو۔

امیر معاویہؓ نے چاہا کہ حضرت ابوذر کو مدینہ واپس جانے کے لئے سواری اور خرچ دیں مگر ابوذرؓ ایسے خفا تھے کہ پیدل چل کھڑے ہوئے اور بات کے پورے ایسے کہ پیدل ہی مدینہ پہنچے۔

سمجھے ہونگے حضرت عثمانؓ نے میرے اور رسول خدا صلعم کے راز و نیاز دیکھے ہیں سامنے جاؤں گا

تو ان کو میرے پیدل آنے پر افسوس ہوگا اور وہ مجھ سے عذر کرینگے مگر جب حضرت عثمان کے سامنے گئے تو اُلٹا شکوہ سُنا کہ تم نے کیوں معاویہ سے ایسا سلوک کیا؟ انکو تاب نہ رہی اور عرض کیا حضرت رسول خدا صلعم سے مینے سُنا ہے کہ ابوذر اکیلا رہیگا اور اکیلا مریگا"۔ لہذا مجھکو اجازت دیجیے کہ میں کسی تنہا مقام میں جا کر رہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا:-

اچھا جاؤ اجازت ہے۔ کچھ بکریاں اور خرچ دیکر رخصت کر دیا اور یہ بچارے ایک معمولی سی بستی میں جا کر رہنے لگے اور وہیں غربت کی حالت میں رحلت کی:

اس واقعہ سے رسول صلعم کے مقبول صحابہ کو بہت صدمہ ہوا وہ تو رسول کی محبت کے دیوانے تھے جس سے آنحضرت کو محبت کرتے دیکھا تھا اسکے قدموں میں آنکھیں بچھاتے تھے جب ابوذر کے ساتھ یہ سرد مہری دیکھی حضرت عثمان سے بگڑ گئے:

مِنا میں چار رکعت نماز

رسولِ خدا صلعم کا دستور تھا۔ حج کو جاتے تو مِنا کے مقام میں نماز قصر کر دیتے چار رکعت والی نمازیں دو رکعت پڑھتے حضرت عثمان حج کو گئے تو آپنے مِنا میں اپنا خیمہ نصب کیا اور وہاں اقامت اختیار کی تو چار رکعت نماز پڑھی۔ اسپر سب اصحابِ رسول صلعم برہم ہو کر بولے یہ کیا بدعت ہے۔ رسول ؐ نے تو یہاں پر چار رکعتیں پڑھیں دو پڑھیں تم چار کیوں پڑھتے ہو؟ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف ؓ تو اسقدر تیز ہوئے کہ بھرے مجمع میں کہا:-

تیرا کیا اقرار تھا خلافت کے وقت کیا تو بھول گیا۔ تونے عہد کیا تھا کہ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلعم پر عمل کرونگا۔ آج سنتِ پیغمبر سے انحراف کرتا ہے:

حضرت عثمان ؓ نے جواب دیا۔ خفا کیوں ہوتے ہو؟ حضرت صلعم مسافرت کے سبب نماز قصر کیا کرتے تھے۔ میں مقیم ہوں مجھکو قصر نماز جائز نہیں ہے:

صحابہ ؓ کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا اور چند روز کے اندر سارے ملکوں میں دھوم مچگئی کہ امیر المؤمنین رسول کی سنت کے خلاف کام کرتے ہیں:

عبداللہ بن سبا کا نیا مذہب

اسی عام نارضی کے زمانہ میں عبداللہ بن سبا نامی کا قصہ کھڑا ہوا یہ نومسلم یہودی بہت بڑا عالم اور دانشمند شخص تھا۔ مصر میں اسکی علمیت کے سبب مسلمانوں میں بڑی قدر ہونے لگی +

اس نے کہا عیسائی لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر ہیں اور دوبارہ زمین پر تشریف لائینگے اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسےٰ ؑ سے بڑا رتبہ رکھتے تھے حضرت عیسیٰ دوبارہ آئینگے تو آنحضرت صلعم بھی دوبارہ تشریف لائینگے +

مسلمانانِ مصر نے اس عقیدہ کو تسلیم کرلیا اور عام طور سے اس خیال کی قبولیت ہوگئی تو عبداللہ نے ایک دوسرا شوشہ چھوڑا اور کہا:-

ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوا کرتا ہے آنحضرت صلعم کے وصی حضرت علی ہیں۔ حضرت عثمان رض کا خلافت لینا خلاف حق ہے حق تو حضرت علی رض کا ہے +

چندروز میں یہ عقیدہ بھی اہل مصر نے تسلیم کرلیا۔ اور حضرت عثمان کے خلاف چرچے ہونے لگے +
مدینہ میں ان قصوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ خود حضرت علی رض جنکے فدائی یہ نیا عقیدہ لیکر کھڑے ہوئے تھے اس واقعہ سے بالکل ناواقف تھے +

کوفہ کے سات سرکش

کوفہ میں سات آدمی تھے جو فتنہ و فساد اور سرکشی میں بہت مشہور تھے۔ کوفہ کا حاکم ان سے عاجز آگیا تو حضرت عثمان کو عرضی لکھی آپ نے حکم بھیجا یہ شام میں معاویہ کے پاس ان کو بھیجدو" +
شام میں گئے تو معاویہ بھی انکی شرارتوں اور خودسری سے عاجز آگئے۔ اور حضرت عثمان کو عرضی بھیجی کہ مجھ سے ان بدذاتوں کی اصلاح نہیں ہوسکتی نہ انمیں دنیاوی آدمیت ہے، نہ دینی لحاظ
حضرت عثمان نے حمص کے حاکم کو لکھا اور یہ لوگ حمص بھیج گئے حمص کا حاکم بڑا مدبر تھا اسنے انکے خنے ڈھیلے کردئے اور چند روز میں ان کی ساری تمکنت خاک میں مل گئی۔ آخر انھوں نے حمص کے حاکم سے اجازت لیکر پھر کوفہ کا رخ کیا اور یہاں آکر فساد مچانا شروع کیا ان کو حضرت عثمان سے سخت

عداوت ہو گئی تھی اور بعد کے فتنوں میں انہی ہفت تن کی شرارتوں کا بڑا دخل تھا۔

رسول صلعم کی انگوٹھی

آنحضرت صلعم کی ایک خاص انگوٹھی جس میں حضرتؐ کی مہر تھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس رہی اور جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو ان کو ملی۔

اتفاق کی بات ایک دن حضرت عثمان ایک کنوئیں کے کنارے کھڑے انگلی میں انگوٹھی کو پھرا رہے تھے کہ یکایک انگوٹھی انگلی سے نکلکر کنوئیں میں گر پڑی غل مچ گیا کہ آنحضرت صلعم کی انگوٹھی حضرت عثمان کے ہاتھ سے چھن گئی۔ حضرت عثمان نے کنواں صاف کرایا اور اسکی تہ کی مٹی تک صاف کراکر ڈھونڈھ لی مگر انگوٹھی نہ ملی ہرچند تلاش کیا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ جوش ناراضی بڑھنے کا یہ ایک اور سبب نکل آیا مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان کی خلافت خدا رسول کو منظور نہیں ہے اسلئے تو انگوٹھی غائب ہو گئی

عبداللہ ابن سعد بن سرح کی شرارتیں

مصر میں جہاں عبداللہ ابن سبا کے عقائد پھیل رہے تھے اور حضرت علیؑ کی قدرتی حمایتوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ حکومت عبداللہ ابن سعد بن سرح کی تھی جسکا حال سُن چکے ہو کہ مرتد تھا اور مسلمان اس سے نہایت بیزار تھے۔

انہی دنوں میں کفار سے ایک مقابلہ پیش آیا۔ اس لڑائی میں عبداللہ بن سعد نے بڑے بڑے نامی اصحاب رسول کی توہین کی اور کہا تم لڑائی کے فن کو کیا جانو تمھیں فن حرب سے کچھ سروکار نہیں صحابہ اس بات سے افروختہ ہو گئے اور انھوں نے کہا ہاں اے مرتد تو ہم سے زیادہ جانتا ہے تیرا قصور نہیں ہے یہ تیرے مقرر کرنیوالے عثمان کی خطا ہے اسی سے ہم سمجھینگے۔

چنانچہ مصر میں عام مشورہ ہوا کہ مدینہ چلو اور حضرت عثمانؓ سے خلافت لیکر حضرت علی کو دیدو۔ پس ایک بہت بڑی جماعت مصر سے روانہ ہوئی۔ ادھر یہ خبر عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمانؓ کو لکھی۔ جب یہ مصری قافلہ مدینہ کے قریب آیا تو حضرت عثمانؓ کے دو جاسوس ان سے ملے اور ان کا راز و ارادہ معلوم کر کے حضرت عثمانؓ کو خبر دی۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؑ و حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ کو اپنے

گھر میں بلایا - اور سارا ماجرا بیان کر کے اُنکی مدد چاہی کہ یہ فتنہ انگیز مدینہ میں گھسنے پائیں ؛

حضرت علیؓ نے کہا ۔حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بیت المال میں یہ بیجا تصرف نہیں کیا تھا جو تم کر رہے ہو۔ تم نے بیشمار روپیہ اپنے رشتہ داروں کو تقسیم کر دیا - اور یہ خیال نہ کیا کہ مسلمانوں کا مال رشتہ داروں کو دینا جائز نہیں ہے۔ تم نے مروان ابن الحکم کو پندرہ ہزار درم دیدیے اور خالد بن اسید کو پچاس ہزار درم عطا کر دئے اسکا تمھیں کیا حق تھا ؟

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا بیشک میں نے ایسا کیا مگر ان لوگوں کو مفلس اور محتاج جان کر دیا اور بیت المال غربا کی امداد کے لئے قائم ہوا ہے ؛

حضرت علیؓ نے فرمایا مفلسوں اور محتاجوں کو اتنی بڑی بڑی رقمیں نہیں دیا کرتے اگر یہ لوگ واقعی غریب تھے تو حاجت روائی اور قوت بسر کے قابل دینا مناسب تھا اس طرح خزانہ لٹانے کے کیا معنی ؟ ؛

حضرت عثمان نے کہا :- اچھا میں یہ روپیہ اپنے پاس سے خزانہ میں داخل کر دوں گا ۔ یہ سنکر حضرت علی اور سب اصحاب بولے - اب ہم تمھارے ساتھ ہیں ہمیں جو شکایت تھی تم اسکو رفع کرنے پر آمادہ ہو تو ہم بھی تمھاری مدد کرینگے کہ تم ہمارے امیر و خلیفہ ہو ؛

مصر اور کوفہ و بصرہ کے مفسد مدینہ میں آ گئے تو حضرت عثمانؓ نے مسجد میں جلسہ کیا ۔ جس میں اصحاب اور یہ سب اجنبی جمع ہوئے ۔حضرت عثمان نے تقریر کی کہ یہ لوگ مجھکو معزول کرنے اور فتنہ و فساد کے لئے آئے ہیں اور اپنے دو جاسوسوں کو گواہی میں پیش کیا جنھوں نے گواہی دی کہ بیشک ہم نے ان سے ایسا سُنا اسپر حضرت علی اور سب اصحابؓ نے کہا ان پردیسیوں کو قتل کرنا جائز ہے کہ اسلام نے بغاوت و فساد کی یہی سزا مقرر کی ہے ؛

جب مصریوں، کوفیوں، بصریوں نے سب اصحاب خصوصًا حضرت علی کو بھی یہ کہتے سُنا جن کی خلافت کے لئے انھوں نے اتنا بڑا سفر کیا تھا تو وہ سب ہم بجو ہو گئے کیونکہ انکو صحاب رسول صلعم کے اس اتفاق سے بڑا خوف پیدا ہو گیا تھا ؛

دوسری یورش

صحابہ اور حضرت علی کی کوشش سے یہ یورش ٹوٹ گئی مگر حج کا موسم آیا تو فساد چاہنے والے پھر جمع ہو کر آ گئے۔ اب کے یہ ہتھیار بند ہو کر آئے تھے اور ان کی تعداد دو ہزار آدمیوں سے زیادہ تھی اول یہ شہر مدینہ کے باہر ٹھہرے اور اپنے چند آدمی حضرت علی و حضرت طلحہ و زبیر کے پاس بھیجے۔ یہ حضرات اسوقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ ان قاصدوں نے کہا۔ ہم حضرت عثمان کے اعمال کی پرسش کرنے آئے ہیں یا تو وہ توبہ کریں ورنہ ہم ان کو معزول کر کے جائینگے ؛

حضرت عثمان رضؓ نے اب کے پھر صحابہ اور حضرت علی رضؓ سے مدد چاہی اور ان حضراتؓ نے مل کر باغیوں کو نصیحت کی اور سمجھا بجھا کر ان کو مدینے سے نکال دیا۔ جب یہ بلا ٹل گئی تو مروان نے حضرت عثمان سے کہا :۔ مدینہ والوں کو گھمنڈ ہو گیا ہے کہ ہم نے اس فتنہ کو دبا دیا۔ اور انکی نظر میں آپکی کوئی وقعت نہیں رہی۔ مناسب ہے کہ ایک تقریر کیجئے اور اس میں اپنی قوت کا اظہار فرمائیے ؛

حضرت عثمان نے مسجد میں جلسہ کیا اور ایک عام تقریر کی جس میں ان مفسدوں کی برائی تھی اور اپنی بے گناہی۔ یہ سنکر عمرو بن العاص نے کہا کہ عثمان توبہ کر۔

حضرت عثمان بولے تو کون ہوتا ہے جو مجھکو توبہ کا حکم دیتا ہے ؟ یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں "عثمان توبہ کر، عثمان توبہ کر" کوئی مسلمان حضرت عثمان کو امیر المؤمنین نہ کہتا تھا۔ سب نام لیکر پکارتے تھے۔ یہ عام جوش مخالفت دیکھکر حضرت عثمان رونے لگے اور کہا کہ اے میرے خدا تو ہی میرا وارث ہے۔ میں تیری درگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ یہ کہکر اپنے گھر میں تشریف لیگئے دوسرے دن حضرت علی انکے پاس گئے اور کہا آپ کو یہ کیا ہو گیا ہے۔ ہم بار بار فتنوں کو دباتے ہیں اور آپ پھر انکو کھڑا کر دیتے ہیں۔ اس تقریر کی آپ کو کیا ضرورت تھی ؟ آپکو تو یہ فرمانا مناسب تھا کہ میں بشر ہوں بشر سے غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں اگر مجھ سے غلطی ہوئی تو معاف کرو آپ مروان کے کہنے پر چلتے ہیں یہ آپکی آبرو اور جان کھوکر رہیگا ایک طرف آپ نے عبداللہ بن سعد مرتد کو آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ دوسری طرف مروان جیسے راندۂ درگاہِ رسول

کو اپنا نفس ناطقہ بنایا ہے۔ تیسری طرف معاویہ کو بھپر شہ دلائی ہے ؟

حضرت عثمان نے فرمایا۔ آیندہ میں ایسا نہیں کرنے کا۔ چنانچہ دوسرے دن ایک عام جلسہ میں حضرت عثمانؓ نے توبہ کی اور اپنی خطاؤں کا اقرار کیا ؟

حضرت عثمان کے اس خطبہ سے حضرت علی خوش ہو گئے اور اُنھوں نے بھی ایک عام جلسہ کرکے سب کو نصیحت کی کہ جب امیرالمؤمنین اپنی غلطیوں کی معذرت کرتے ہیں تو ہم سب پر بھی لازم ہے کہ اُن سے درگزر کریں اور اُن کی اطاعت فرض جانیں۔ خلقت مطمئن ہو گئی اور ایک جماعت حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ اُن کے سامنے اظہار اطاعت کرے۔

مروان کو خبر ہوئی تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور کہا یہ علیؓ تو آپ کو بے آبرو کرنا چاہتے ہیں۔ اُنکی چال میں آپ آگئے اور اپنی غلطیوں کا اقرار کرلیا لیجئے اب ایک جماعت باغیوں کی پھر باہر کھڑی ہے اور فساد کرنے آئی ہے آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے تحقیق نہ کیا کہ یہ لوگ اصل میں کیوں آئے تھے۔ مروان کے کہنے پر یقین کرکے حکم دیدیا کہ ان کو اندر نہ آنے دو ؟

مروان دروازے پر گیا اور نہایت سخت سُست الفاظ اُن سے کہے اور اُن کو دروازہ سے نکال دیا۔ یہ لوگ بہت برہم ہوئے اور حضرت علیؓ سے جاکر کہا آپ تو فرماتے تھے عثمانؓ تائب ہوگئے اُنھوں نے تو ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا اور مروان سے گالیاں دلوائیں اور ہم ان کے دروازہ سے دھکے دیکر نکلوا دئے گئے ؟

حضرت علی رضؓ کو بھی غصہ آیا اور وہ طیش میں بھرے حضرت عثمان کے پاس آئے اور اُن سے کہا۔ آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ جو چاہتا ہے آپکی مہار اپنی طرف کھینچتا ہے اور آپ اُسی کی طرف چلنے لگتے ہیں میں نے اتنا سمجھایا کہ مروان آپ کو کنوئیں میں پھینک کر رہیگا مگر آپ ایک نہیں سنتے۔ لیجئے یہ میرا آخری سلام ہے۔ آپ جانیں آپ کا کام۔ اب میں آپکے گھر پر کبھی قدم نہ رکھوں گا ؟

حضرت علیؓ یہ کہکر چلے آئے تو حضرت عثمانؓ کی بیوی حضرت نائلہ نے حضرت عثمان کو سمجھایا اور کہا حضرت علی ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ کو ان کے کہنے پر چلنا چاہئے۔ مروان بڑا خود غرض ہے۔ مروان آپ کی

کیا مدد کر سکتا ہے اسکو پوچھتا ہی کون ہے۔ حضرت علیؓ کا خلقت پر بڑا اثر ہے اور اُن سے آپ کو ہر طرح کی مدد مل سکتی ہے حضرت نائلہ کی نصیحت سے حضرت عثمان نے پھر حضرت علی کو اپنے گھر بلایا مگر آپ نے انکار کہلا بھیجا کہ میں تمہارے گھر میں آنیکا عہد کر چکا ہوں اب نہیں آؤنگا تب حضرت عثمان خود ان کے پاس گئے اور کہا اے ابو الحسن! مجھکو دشمنوں میں اکیلا نہ چھوڑ میں تیرے دامن تلے پناہ لینے آیا ہوں ؂

حضرت علی بولے آپ مروان کے کہنے پر چلتے ہیں آپکو یہ گوارا نہیں کہ مروان کو اپنے سے الگ کر دیں ایسی حالت میں میرا دخل دینا عبث ہے۔ میں اس معاملہ میں اب کچھ نہیں کر سکتا اسپر حضرت عثمان رنجیدہ ہو کر چلے آئے

ایک پوشیدہ خط

تقدیر کا وقت قریب آگیا تھا کسی کی کوشش کرنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ ایک اور شگوفہ کھلا جس نے رہا سہا امن بھی کھو دیا۔ جن پردیسی مسلمانوں کو حضرت علیؓ نے سمجھا کر مدینہ سے نکالا تھا ان کو حضرت عثمان کا ایک شتر سوار غلام ملا جو مصر جا رہا تھا ؂

لوگوں نے اسکی تلاشی لی تو ایک خط حضرت عثمانؓ کی مہر کا اسکے پاس سے نکلا جس میں تحریر تھا کہ یہ لوگ جب مصر آئیں تو ان کو قتل کر دینا اور ان کو ایسی عبرتناک سزائیں دینا کہ پھر ان کو فتنہ پردازی کی جرأت نہ رہے ؂

یہ خط انہی لوگوں کے متعلق تھا جن کو حضرت علیؓ نے مدینہ سے نکالا تھا ؂

اب کیا تھا آگ پر تیل گرا اور تیل پر آگ پڑی۔ یہ لوگ پھر پلٹے اور حضرت عثمان کا گھر گھیر لیا۔ اور یہ خط انکو دکھایا حضرت عثمان بولے میں نے یہ خط ہرگز نہیں لکھا نہ مجھے اسکی خبر۔ مہر البتہ میری اسپر ہے ؂ خلقت نے کہا:۔ یہ اور غلطی ہے کہ آپ اپنی مہر کی حفاظت نہیں کرتے جو چاہتا ہے اسکو کام میں لاتا ہے ہم سمجھ گئے کہ یہ کام مروان کا ہے۔ لہذا اسکو ہمارے حوالے کیجئے تاکہ ہم اُسے قتل کریں۔

حضرت عثمانؓ نے مروان کو دینے میں تامل کیا۔ جمعہ کے دن حضرت عثمان منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے لوگو! انساد نہ کرو خدا سے ڈرو کہ تمپر رسول خدا صلعم نے لعنت کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس

قسم کے لوگ مدینہ میں آکر میری امت میں فساد ڈالینگے ان کو قتل کر دینا چاہیئے ایک صحابی کھڑے ہوئے تاکہ اس حدیث کی تصدیق کریں کہ واقعی آنحضرت صلعم نے ایسا فرمایا تھا مگر حکیم نامی ایک سردار مدینہ نے ان صحابی کو زبردستی سے بٹھادیا، اور گواہی نہ دینے دی۔ دوسرے صحابی نے چاہا کہ وہ اس حدیث کی تصدیق کریں ان کو بھی خلقت نے نہ بولنے دیا اور حضرت عثمان پر چاروں طرف سے پتھر برسنے لگے۔ حضرت عثمان نے اپنا سر زانو پر رکھ لیا۔ مگر پتھروں کی چوٹوں سے وہ گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ رسول خدا صلعم کا عصا ان کے ہاتھ سے گر پڑا جسکو ایک شخص نے اٹھاکر توڑ ڈالا اور دو ٹکڑے کر دیئے۔ حضرت علی بھی مسجد میں موجود تھے، انھوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنے فرزند حسنؓ کو حکم دیا کہ تم جاکر امیر المومنین کی مدد کرو۔ اور ان فسادیوں کو ہٹادو۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے بمشکل ان فتنہ گروں کو دور کیا اور حضرت عثمان کو لوگ ان کے گھر میں لیگئے جب ان کو ہوش آیا اور سنا کہ حضرت علی نے انکی حمایت کی تو انھوں نے قاصد کے ہاتھ بہت بہت شکریہ اور دعائیں کہلا کر بھیجیں ؛

اِدھر تو یہ تھا اُدھر بنی امیہ نے جمع ہوکر مسجد میں حضرت علیؓ پر یورش کی اور کہا کہ یہ سارا فساد آپکا ہی آپ ہی کے اشارہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے حضرت علیؓ نے ان جاہلوں کو جواب دیا اور اپنے گھر میں خاموش چلے آئے ؛

کمک کی طلبی

حضرت عثمان نے تمام گورنروں اور سرداران بنی امیہ کے نام خطوط بھجوا رکھے تھے کہ جلدی فوجیں لیکر مدینہ آؤ۔ اس واسطے وہ ان مفسدوں سے نرمی کا برتاؤ کیے رہتے تھے تاکہ فساد اسوقت تک دبا رہے جب تک کہ کمک آئے۔

ایک دن حضرت عثمان باہر جارہے تھے اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ بات چیت کرتے جاتے تھے کہ ایک جماعت کے پاس سے گذر ہوا۔ آپنے ان کو سلام کیا۔ سب نے جواب دیا مگر ایک شخص بولا جسکے ہاتھ میں رسی تھی کاش مجھے موقع ملتا کہ میں یہ رسی تیری گردن میں ڈالتا۔ تیرے ہاتھ پاؤں باندھتا اور تجھ سے توبہ کراتا۔ اور تو ان شریر آدمیوں کو جنکے ہاتھ میں تو کٹھ پتلی بنا ہوا ہے الگ کر دیتا ؛

حضرت عثمانؓ نے فرمایا میرے ساتھ تو رسول خدا صلعم کے یار و اصحاب رہتے ہیں۔ وہ شخص بولا جی ہاں آپ سچ کہتے ہیں وہ یار و اصحاب مروان ہونگے۔ معاویہ ہونگے۔ عبداللہ بن سعد بن سرح ہونگے۔ ولید بن عقبہ ہونگے جو رسول خدا صلعم کے بڑے دوست تھے؛

اس طعن کا حضرت عثمانؓ نے جواب نہ دیا۔ چپ چاپ چلے گئے۔ البتہ یہ کہا ٹھہر جاؤ فوج آجائے تو بتادونگا۔ مفسدوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور دانہ پانی بند کردیا تو حضرت عثمانؓ اسکی فریاد حضرت علی سے کہلا کر بھیجی۔ حضرت علیؓ نے فسادیوں کو پیام بھیجا کہ یہ کام بہت بُرا ہے۔ تم دانہ پانی بند نہ کرو۔ تم نے یہ جھگڑا کیوں برپا کیا ہے؟ جاؤ اپنے گھروں کو جاؤ اور اسکے بعد خود حضرت عثمان کے گھر تشریف لائے۔ اور دانہ پانی بھجوایا؛

حضرت علی جب حضرت عثمان کے سامنے گئے تو حضرت عثمان نے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ خط کیسا ہے جو آپکی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان نے قسم کھاکر فرمایا۔ مجھے اسکی بالکل خبر نہیں۔ مروان نے گفتگو میں دخل دینا چاہا مگر حضرت عثمان نے اسکو دھمکایا اور فرمایا خاموش یہ ساری آفت تیری بدولت آئی ہے۔ مروان چپکا ہو کر گھر سے نکل گیا؛

پھر حضرت علیؓ نے مفسدوں کے چار سرغناؤں کو اندر بلایا انھوں نے آکر کہا:۔
ہم مصر کے حاکم عبداللہ بن سعد کے ظلم سے نالاں ہو کر آئے ہیں۔ ہم کو بتایا گیا تھا کہ حضرت عثمان نے توبہ کرلی ہی مگر یہاں سے اسکے عوض یہ خط لکھا گیا جسمیں ہم کو قتل و غارت کرنیکا اپنے گورنر کو حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عثمان نے پھر قسم کھائی کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا تو وہ سب بولے:۔ اچھا تو آپ سے اب یہ کام نہیں ہو سکتا۔ جب آپ اپنی مہر تک کی حفاظت نہیں کر سکتے تو خلافت کیا خاک کروگے بہتر ہے کہ عہدہ سے دست بردار ہو جاؤ؛

حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہ منصب مجھکو خدا نے دیا ہے میں ہرگز اسکو نہ چھوڑونگا؛
حضرت علیؓ نے رنگ بگڑا دیکھا تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اسی وقت خونریزی نہ ہونے لگے تو مجھپر تہمت لگائی جائیگی کہ میں نے یہ کرایا۔ اسواسطے وہاں سے اٹھ کر تشریف لے آئے؛

جامع القرآن تلوار کی دھار پر

آخر محاصرہ اٹھارہ دن رہا بعض کہتے ہیں ۵۴ دن محاصرہ میں لگے جب حضرت عثمانؓ کو مایوسی ہوگئی تو مروان کے ایک غلام نے مفسدوں کے ایک تیر مارا جس سے ایک مصری مسلمان مارا گیا۔ پھر کیا تھا مفسد بھی حملہ آور ہوئے اور لڑائی کا بازار گرم ہوگیا۔ مروان نے گھر کے اندر صف بندی کی اور مقابلہ کے لئے تیار ہو کر کھڑا ہوا۔ حضرت علیؓ کو خبر پہنچی تو انھوں نے حضرت حسنؓ اپنے صاحبزادہ کو بھیجا کہ حضرت عثمانؓ کی مدد کرو خواہ مارے جاؤ۔ حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ نے بھی اپنے فرزندوں کو نصرت عثمان کے لئے روانہ کیا اور ان لوگوں نے بہت کوشش کی کہ مفسد حضرت عثمان کے گھر میں داخل نہوں۔ مگر فسادی ان سے نہ رکے اندر گھس گئے اور وہاں مروان اور حضرت عثمان کے غلاموں سے خوب تلوار چلی۔ مروان کٹ کر گر پڑا۔ لوگوں نے سمجھا کہ وہ مر گیا مگر وہ زندہ تھا اور بعد میں علاج سے اچھا ہوگیا؛

غلاموں اور مروانیوں کو قتل کر کے لوگ حضرت عثمانؓ کے خاص حجرے میں داخل ہوئے۔ حضرت محمد ابن ابی بکرؓ نے حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا۔ اے عفان کے بیٹے اب تجھکو مرتد عبداللہ ابن سعد مدد نہیں دے سکیگا؛

حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے محمد! اگر تیرا باپ ابو بکر یہ حال دیکھتا تو کبھی پسند نہ کرتا کہ تو میری ڈاڑھی پکڑے۔ محمد ابن ابی بکر نے ڈاڑھی چھوڑ دی اور گھر سے باہر نکل گئے مگر مصر کا ایک شخص کنانہ نامی اندر آیا اور چاہا کہ حضرت عثمان کے چھری مارے کہ چند لوگ بولے: نہ مار نہ مار ہمیں انکے خون کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ اور حضرت عثمان سے خطاب کر کے کہا اب بھی موقع ہے کہ آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیں حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ کس کی طاقت ہے کہ خدا کی دی ہوئی چیز مجھ سے لے" یہ لوگ تو جواب سنکر باہر آگئے۔ مگر کنانہ نے حضرت عثمانؓ کے کان کی جڑ میں چھری ماری حضرت عثمان اسوقت قرآن پڑھ رہے تھے انکا خون فوارہ آبلا تو بوندیں اس آیت پر پڑیں فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اس زخم کے لگنے سے حضرت عثمان گر پڑے اور قیسیرہ اور سودان نے اندر آکر حضرت کا مارے تلواروں کے کام تمام کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب پہلی تلوار پڑی اور حضرت عثمان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ تو آپ نے فرمایا:۔ یہ وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے قرآن لکھا تھا*

ایک شخص نے حضرت نائلہ رض زوجہ حضرت عثمان رض کی چادر کھینچی انھوں نے اپنا زیور اُتار کر اُس کو دیا اور فرمایا مجھکو بے ستر مت کر اور یہ زیور لے لے*

بعض کہتے ہیں حضرت نائلہ نے اپنے خاوند کی حمایت کی۔ ڈھال بنکر حضرت عثمان رض پر گر پڑیں یہانتک کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ حضرت نائلہ کوٹھے پر چڑھیں اور پکارا:۔ لوگو! تمھارے امیر المؤمنین قتل ہو گئے*

منظر قتل

رسول خدا صلعم کے تیسرے جانشین کا یہ گھر ہے جہاں دونوں جہان کے ہادی کی دو صاحبزادیاں صاحب خانہ بنکر آئی تھیں۔ یہ جھونپڑا اُس خلیفہ کا ہے جو روم و ایران و عراق و مصر و ہندوستان تک حکمرانی کرتا تھا۔ اس چھوٹے سے مکان میں دنیا کے بڑے تاجداروں کی قسمت کے فیصلے ہوتے تھے*

یہ عثمان بن عفان کی زخموں سے چور لاش ہے۔ یہ رسول خدا کے داماد کا جنازہ ہے یہاں قرآن کا جمع کرنے والا۔ حیا و ایمان کا پتلا۔ ستم کی تلواروں سے کٹ کر گرا ہے دیکھنا کیسی حسرت برستی ہے۔ خون میں لتھڑی ہوئی صورت زبان حال سے کچھ کہتی ہے*

ستم گروں کا دل بوڑھے امیر المؤمنین کو قتل کر کے ٹھنڈا نہ ہوا۔ ایک شخص ہانی نام کو حضرت عثمان نے کسی جرم میں قید کی سزا دی تھی۔ ہانی جیل ہی میں مر گیا۔ آج ہانی کے بیٹے کو بدلہ لینے کی سوجھی قتل خانہ میں آیا۔ امیر المؤمنین کی لاش کے پاؤں پکڑے اور ایک گرز سے میت کی پسلیوں کو مار مار کر توڑ ڈالا۔ کہتا جاتا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جسنے ایک کتے کے عوض میرے باپ کو مار ڈالا تھا

حضرت عثمان کی شہادت مشہور ہوئی تو حضرت علی اور تمام صحابہ دوڑے ہوئے مقتل میں آئے۔ حضرت علی نے اپنے صاحبزادوں حسن و حسین کو عتاب سے دیکھ کر فرمایا:۔

میں نے تم کو مامور کیا تھا کہ امیر المؤمنین کی حمایت کرنا اور تم نے ان کو قتل ہونے دیا خود نہ مر گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کے ایک طمانچہ بھی مارا:

مگر حسنین مجبور تھے وہ لڑے اور زخمی ہوئے انھیں کیا خبر تھی کہ دشمن مکان کی پشت پر سے دیوار پھاند کر اندر گھس جائینگے اور امیر المؤمنین کو قتل کر دینگے:

دل لرزنے کی بات ہے امیر المؤمنین جانشین رسول کا جنازہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا۔ آخر حضرت علی رضؓ کی کوشش سے چار آدمیوں نے حضرت عثمان کا جنازہ اٹھایا اور قبرستان لے چلے۔ عبرت کا مقام ہے جو خلیفہ دنیا کے بڑے حصّہ کا مالک ہو اسکی میت کے ساتھ چار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور اسپر بھی بلوائیوں کا یہ حال تھا کہ جنازہ پر پتھر مار رہے تھے۔ اور بچارے جنازہ اٹھانے والے بھاگا بھاگ جا رہے تھے:

یہودیوں کے قبرستان میں

جب حضرت عثمان کو جنت البقیع میں لے گئے بلوائیوں نے سخت یورش کی اور کہا کہ ہم مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن نہ ہونے دینگے۔ آخر مجبور ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جو بقیع کی برابر تھا اس حامیٔ اسلام اور مسلمان خلیفہ کو دفن کیا گیا:

حضرت علیؓ کی شہادت

کوفہ کی مسجد میں تین انارکسٹ

حضرت عثمان کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوئے جن کی خلافت کا کچھ ذکر اوپر آچکا ہے اور کچھ آیندہ آئیگا۔ یہاں صرف شہادت کا قصّہ لکھا جاتا ہے۔

کوفہ کی مسجد میں تین خارجی بیٹھے تھے ایک کا نام عبدالرحمن ابن ملجم تھا دوسرے کا مبارک ابن عبداللہ۔ تیسرے کا عمرو بن ابی بکر۔

یہ تینوں خارجی تھے اور ان کو ہر امام سے دشمنی تھی اور کہتے تھے کہ اب روئے زمین پر کوئی

خلیفہ نہیں رہا۔ اب حکومت خدا کے اختیار میں ہے۔ خانہ جنگیوں کے جھگڑے میں بیشمار مسلمان مرچکے ہیں اور ابتک خونریزی چلی جاتی ہے ختم نہیں ہوتی۔ سارا فساد حضرت علیؓ و معاویہؓ اور عمرو بن العاص کا ہے۔ اگر یہ تینوں قتل ہو جائیں تو امن ہو جائے گا اور مسلمان ایک اہل پسند شخص کو اپنا امام بنا لینگے۔ لہذا ہم تینوں کو اپنی جانیں خدا کے راستہ میں قربان کرنی چاہئیں اور ان تینوں کا قصہ پاک کر کے مسلمانوں کو خونریزی سے نجات دلوانی چاہئیے۔

چنانچہ مسجد میں تینوں نے عہد کیا اور ہر ایک نے ایک ایک شخص کا قتل اپنے ذمہ لے لیا۔ عبدالرحمن ابن ملجم نے کہا میں حضرت علی کو قتل کروں گا۔ مبارک ابن عبداللہ بولا میں معاویہ کو ہلاک کرونگا۔ عمرو بن ابی بکر تمیمی نے عمرو بن العاص کی جان لینے کا بیڑا اُٹھایا اور اور عہد کیا کہ ایک ہی دن تینوں اپنا کام کریں اور اس کے لئے رمضان کا مہینہ تجویز ہوا کیونکہ ان کو خیال تھا کہ اس ماہ میں نمازیوں کی کثرت ہوگی اور ہم کو ہجوم میں سے بھاگ آنے کا موقع ملجائے گا۔

چنانچہ سترہ رمضان جمعہ کا دن صبح صادق کا وقت طے پایا۔ عبدالرحمن بن ملجم تو کوفہ میں ٹھہر گیا۔ اور مبارک ابن عبداللہ معاویہ کے قتل کے لئے دمشق گیا اور عمرو بن ابی بکر تمیمی عمرو بن العاص کی ہلاکت کے واسطے مصر روانہ ہوا۔

جب ۱۷ رمضان آئی تو مبارک بن عبداللہ دمشق کی مسجد میں گیا اور معاویہ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ جسوقت معاویہ آئے سب نمازی تعظیم کو کھڑے ہو گئے مبارک بھی کھڑا ہوا۔ اور لپک کر ایک ہاتھ تلوار کا معاویہ کے مارا مگر معاویہ آگے بڑھ چکے تھے۔ ہاتھ اوچھا پڑا۔ کولھے کا گوشت مع ہڈی کے کٹ گیا۔ اور معاویہ گر پڑے۔

لوگوں نے مبارک کو پکڑ لیا اور معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ پوچھا گیا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اور کس کے اشارہ سے اتنی بڑی جرأت کی؟ بولا ہم تینوں آدمیوں نے باہم عہد کیا۔ آج اسی وقت علی اور عمرو بن العاص بھی قتل ہوئے ہونگے۔ افسوس کہ تو بچ گیا اور میرا کام پورا نہ ہو سکا

معاویہ نے اسکو قتل کرایا اور زخم کا علاج شروع کرایا۔ چونکہ ان تینوں نارکسٹوں کی تلوا زہر سے بجھی ہوئی تھی اسواسطے معاویہ کو بہت مشکل سے آرام ہوا۔ مگر اس دن سے معاویہ نے مسجد میں ایک مقام اپنی نماز کے واسطے ایسا بنوایا جسکے اندر دشمن کے حملہ سے حفاظت رہے ؛

مصر میں یہ گذری کہ اس دن عمرو بن العاص کے قولنج کا درد تھا اور وہ مسجد میں آئے تھے۔ انھوں نے خارجہ نامی ایک شخص کو اپنی جگہ نماز کے لئے بھیجا تھا۔ عمرو بن ابی بکر نے خارجہ کو عمرو بن العاص سمجھا اور ایک ہی ہاتھ میں اسکے دو ٹکڑے کر دئے۔ پکڑا گیا تو یہ حال کھلا۔ عمرو بن العاص نے بھی عمرو بن ابی بکر کو قصاص میں مروا ڈالا ؛

یہاں کوفہ میں عبدالرحمٰن ابن ملجم خارجیوں کے محلہ بنی کندہ میں تھا اور اسکو ایک خارجی عورت قحطام سے محبت تھی۔ قحطام نے مقرر کیا تھا کہ جو شخص تین ہزار درم ایک لونڈی ایک غلام اور حضرت علی کا سر کاٹ کر لائیگا۔ میں اس سے نکاح کروں گی ؛

ابن ملجم نے قحطام سے کہا میں علی کا سر کاٹ کر لاؤں گا مگر مجھے اس معاملہ میں مددگار کی ضرورت ہے۔ قحطام بولی :۔

میں تجھ کو مددگار دونگی ایک شخص وردان ہے جو مدت سے حضرت علی کی قتل کرنے کی فکر میں ہے مگر اسکو بھی اب تک کوئی دوسرا آدمی نہیں ملا ؛

چنانچہ قحطام وردان کے پاس گئی اور اسکو لاکر ابن ملجم سے ملایا دونوں نے قتل علیؓ کا باہم عہد باندھا۔ تیسرا شبیب نامی بھی ان کا شریک ہوگیا ؛

آخر ۱۷ رمضان آگئی اور صبح اندھیرے سے یہ تینوں مسجد میں پہنچے اور قرار دیا کہ اگر ایک کا وار اوچھا پڑے تو دوسرا بڑھ کر حملہ کرے یا اگر ایک آدمی کو لوگ پکڑنے کو دوڑیں تو تیسرا فرصت پاکر کام تمام کرنے ؛

حضرت علی رضؓ جوں ہی داخل مسجد ہوئے شبیب نے حملہ کیا مگر اس کا وار خالی گیا۔ دوسری طرف سے ابن ملجم نے حضرت علی کے سر پہ تلوار ماری ؛

حضرت علیؓ نے فرمایا پکڑو۔ لوگ دوڑے اور ابن ملجم کو پکڑ لیا مگر وردان اور شبیب بھاگ گئے۔ تلوار چونکہ زہر آلود تھی اور زخم بھی کاری لگا تھا حضرت علی کی زیست کی امید نہ رہی اور لوگ ان کو گھر میں لے گئے مگر حضرت علی نے اس حالت میں بھی نماز کے انتظام کا خیال رکھا اور فرمایا جماعت ناغہ نہ ہو۔ حمزہ ابن ہبیرہ جائیں اور جماعت کی امامت کریں۔ اسکے بعد اپنے صاحبزادہ سے فرمایا اے حسنؓ جبتک میں زندہ ہوں میرے قاتل کو زندہ رکھیو۔ میرے بعد اسے قتل کر ڈالیو۔

حضرت ام کلثومؓ دختر حضرت علیؓ حضرت امام حسنؓ کے پاس روتی ہوئی آئیں تو دیکھا ابن ملجم بیٹھا ہے انھوںؓ فرمایا اے ملعون! امیرالمومنین علیؓ آج کے دن تجھ سے بہتر ہیں یا تو بہتر ہے۔ بولا۔ اگر بہتر نہ ہوتے تو تم کیوں روتیں۔ یہ تلوار جس سے میں نے انکو قتل کیا ایک ہزار درم کو خریدی تھی اور ایک ہزار درم زہر میں بجھانے والے کو دیئے تب اس نے اتنا بڑا کام کیا۔

لوگوں نے حضرت علی سے کہا کہ ہم آپکے بعد حضرت حسنؓ سے بیعت کرینگے۔ آپنے فرمایا اس کام کو تم خود ہی سمجھ لینا میں اس وقت کسی اور کام میں مشغول ہوں مجھکو ادہر متوجہ نہ کرو۔ نہ میں اسکے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر حضرت علیؓ نے رحلت فرمائی اور دنیا سے ایک سب سے بڑا عالم سب سے بڑا فلاسفر سب سے بڑا بہادر سب سے بڑا مدبر سب سے بڑا خدا پرست مرتبۂ شہادت حاصل کر کے چل بسا۔

حضرت امام حسنؓ نے ابن ملجم کو سامنے بلایا اور قتل کا حکم دیا۔ ابن ملجم بولا مجھکو قتل نہ کیجئے میں آپکے بہت کام آؤنگا۔ حضرت امام حسنؓ نے اسکے کہنے کی کچھ پرواہ نہ کی اور اسکو قتل کرادیا۔

حضرت امام حسنؓ کی شہادت

چھٹے شہید حضرت امام حسنؓ تھے۔ امیرالمومنین سیدنا حضرت علیؓ کے بڑے فرزند تھے اور حضرت علیؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے ان سے بیعت کی تھی۔ لیکن حضرت حسنؓ کو دنیا کے جھگڑوں

سے بہت نفرت تھی اور آپ نہ چاہتے تھے کہ میرے سبب مسلمانوں میں خونریزی ہو۔

حضرت حسنؓ خورد سال تھے تو ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا " میرا یہ فرزند مسلمانوں کے دو فرقوں میں صلح اور صفائی کا باعث ہوگا "

چنانچہ یہ پیشینگوئی پوری ہوئی۔ حضرت حسنؓ نے دیکھا کہ انکے ہاتھ پر بیعت کرنیوالے جنگ چاہتے ہیں اور ان کو مجبور کرتے ہیں کہ معاویہ سے لڑو اسواسطے حضرت حسنؓ نے ارادہ کیا کہ میں خلافت ہی چھوڑے دیتا ہوں اور ایک قاصد معاویہ کے پاس بھیجا کہ اگر تم میرے کنبہ کی گذر اوقات کا خرچ دینا منظور کرو اور میرے والد حضرت علیؓ پر لعنت کرنا چھوڑ دو (کیونکہ معاویہ اور اُن کے ساتھی عام جلسوں اور جمعہ کے خطبوں میں حضرت علیؓ پر لعنت کیا کرتے تھے) تو میں تمہاری بیعت کرلوں گا۔

معاویہ نے جواب دیا کہ میں آپکے سامنے حضرت علیؓ کی بیحرمتی نہ ہونے دونگا۔ اس سے یادہ وعدہ نہیں کرسکتا۔ حضرت امام حسنؓ نے شرطانے کو معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا یہ موقع ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے مدینہ جانے سے پہلے کوفہ میں ان کی ایک عام تقریر ہوجائے جس میں خلافت کی تائید ہو۔

معاویہ نے کہا ہمیں حسنؓ کی تقریر سے کیا فائدہ ہوگا؟ ان کو تقریر کرنی نہیں آتی۔ لوگ خود ہی جانتے ہیں کہ حسنؓ امامت اور خلافت کی لیاقت نہیں رکھتے۔

مگر معاویہ نے عمرو بن العاص کے اصرار کو آخر قبول کرلیا۔ جمعہ کے دن جب معاویہ خطبہ کے بعد منبر سے نیچے آئے تو حضرت حسنؓ سے کہا اب آپ کچھ فرمائیے۔ حضرت حسنؓ منبر پر گئے اور یہ تقریر کی:-

دنیا ہیچ ہے اور ہر چیز کی اجل مقرر ہے۔ اے لوگو! اب تم کو ایسی خلافت سے سابقہ پڑنے والا ہے جو اہل اور حقدار لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ قرآن شریف میں خدا فرماتا ہے وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین = ترجمہ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید

یہ تمہارے واسطے فتنہ ہو اور چند دن کی بہار۔

معاویہ گھبرا گئے اور انھوں نے پکارا حسنؓ ابس کرو بس تقریر ہو چکی۔ حضرت حسنؓ منبر سے نیچے آگئے تو معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا:۔

لو سُن لیا یہ ہے اُس شخص کی تقریر جسکو بولنا نہیں آتا۔ بولنا آتا تو خبر نہیں کیا غضب ڈھاتے۔

حضرت حسنؓ مدینہ میں آگئے اور خاموشی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر معاویہ کو کھٹکا رہا کہ ایک نہ ایک دن حسنؓ کی طرف سے فساد اُٹھیگا اسواسطے انھوں نے حضرت حسنؓ کی بیوی اسماء بنت الاشعث اور بعض کہتے ہیں جعدہ بنت محمد الاشعث سے سازش کی اور چاہا کہ وہ حضرت حسن رضہ کو زہر دے دے۔ اس کے عوض میں معاویہ کے بیٹے یزید سے اس کی شادی کر دی جائے گی اور انعام واکرام الگ رہے۔

بے عقل عورت کہنے میں آگئی۔ اور اس نے معاویہ کا بھیجا ہوا زہر حضرت امام حسن رضہ کو شربت میں پلا دیا۔ جسکے اثر سے حضرت حسن رضہ نے شہادت پائی اور اسلام کے قرنِ اوّل کی چھٹی شہادت کا ظہور دنیا نے دیکھ لیا۔

جب یہ عورت معاویہ کے پاس انعام لینے گئی تو معاویہ نے یہ کہکر اسکو قتل کرا دیا کہ جب تو پیغمبر خدا صلعم کے نواسہ جیسے شوہر کی نہ ہوئی اور ان کی ہلاکت پر آمادہ ہوگئی تو اور کوئی تجھ سے کیا توقع رکھے (اس واقعہ پر مفصل بحث یزید نامہ میں ہے)۔

واقعۂ کربلا سے پہلے کی لڑائیاں

صِفّین اور جمل

محرم نامہ میں صرف واقعۂ کربلا کا ذکر کافی نہ تھا جبتک جھگڑے کی اصل بنیاد معلوم نہ ہو۔ کربلا کی لڑائی اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا بڑا ستم مسلمانوں نے اپنے رسول زادوں پر کیونکر

جائز رکھا؟ اسواسطے میں نے شروع سے ہر بات کو کھول کھول کر بیان کیا ہے خلافت کے سب واقعات بھی بتادیے اور ان میں جس قدر باتیں ایسی تھیں جن کا تعلق کربلا کی جنگ سے تھا۔ ان کو بھی آزادی سے لکھتا چلا جاتا ہوں ٭

جنگ جمل اور جنگ صفین بھی دو مشہور لڑائیاں ہیں جن میں مسلمان آپس میں لڑے اور بڑے بڑے نامور صحابہ جن کے جنتی ہونے کی رسول خدا صلعم نے بشارت دی تھی ان میں شہید ہو گئے۔ ان لڑائیوں کو بھی کربلا کی جنگ کا مقدمہ کہنا چاہیئے۔ اس واسطے میں ان کا حال تفصیل سے لکھتا ہوں۔ یہ تو اوپر پڑھا ہوگا کہ بنی ہاشم بنی امیہ سے بیزار تھے۔ اور بنی امیہ بنی ہاشم سے عناد رکھتے تھے اور یہ دشمنی خاندانی تھی ٭

یہ بات انصاف سے تسلیم کرنے کی ہے کہ بنی امیہ میں بڑے بڑے لائق لوگ ہوئے ہیں اور انھوں نے دین اسلام کی بہت سی خدمتیں انجام دی ہیں ٭

بنی امیہ میں عقل اور ملکی توڑ جوڑ بہت تھے اور جس کو آج کل کی زبان میں پالٹیکس اور ڈپلومیسی کہتے ہیں۔ بنی امیہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ برسوں پہلے کی بات سوچتے تھے اور تدبیریں میں مصروف ہو جاتے تھے۔ وہ لڑائی میں ہر مکر اور حیلہ کو کام میں لاتے تھے اور اس سے ان کو کامیابی ہوتی تھی۔ اپنے راستوں کے کانٹوں کو پہلے صاف کرتے تھے۔ پھر قدم بڑھاتے تھے۔ غرض ان میں دنیا کی سمجھ خوب تھی۔

ادھر بنی ہاشم کا یہ عالم تھا کہ ہر کام میں خدا پر بھروسہ کرتے تھے۔ اپنے حق کے لئے لڑتے تھے۔ مگر تدبیر سیاست اور ڈپلومیسی کی پروا نہ کرتے تھے۔ ان کو خاندان رسول صلعم میں ہونے کا بڑا فخر تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ امت ہمارے نسب کے سبب ہمارا خیال کریگی۔ ہمکو جوڑ توڑ کی ضرورت نہیں ہے ٭

حقیقت یہ ہے کہ قوم میں انکی آبرو تھی بھی بہت۔ خلقت ان سے دلی محبت رکھتی تھی اور بنی امیہ کی چالاکیوں سے ناراض تھی۔ مگر دنیا میں عقل و اعمال کے ماتحت ہوا کرتے ہیں۔ لوگ بنی امیہ کی حکمت عملیوں کو سمجھتے تھے اور بنی ہاشم کا فروغ چاہتے تھے۔ مگر بنی امیہ کی زبردست تدبیروں

کے آگے ان کا بس نہ چلتا تھا۔ یہ تدبیریں اُن کو بنی ہاشم سے جدا کر دیتی تھیں اور وہ مجبوراً بنی امیہ کے ساتھ ہو جاتے تھے ؏

تاریخ پڑھنے والے خوب جانتے ہیں اور بنی امیہ کے دل بھی مانتے تھے کہ حضرت عثمان رضؓ کے قتل میں حضرت علی رضؓ یا بنی ہاشم کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔ اور حضرت علیؓ نے اپنی طاقت کے موافق کوئی کمی فتنہ کے دبانے اور حضرت عثمانؓ کے بچانے میں نہیں کی اسپر بھی بنی امیہ نے مشہور کیا کہ حضرت عثمانؓ حضرت علی رضؓ کے اشارے سے قتل ہوئے ہیں اسواسطے ان سے انتقام لینا چاہیئے ؏

چنانچہ شام میں معاویہ نے یہ دستور مقرر کیا تھا کہ ہر جمعہ کو مسجد میں حضرت عثمان رضؓ کا خون بھرا کرتہ عوام کو دکھایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ تمہارے بیگناہ خلیفہ کو علی رضؓ نے اپنی خلافت کیلئے مار ڈالا ؏ ہر جمعہ کو ہزارہا مسلمان یہ کرتہ دیکھ کر اور یہ بیان سنکر زار و قطار روتے تھے اور ان کے دل میں حضرت علی رضؓ سے بدلہ لینے کا جوش پیدا ہوتا تھا اور روز روز کے یاد دلانے سے اس میں ترقی ہوتی تھی ؏

اس میں تدبیر یہ تھی کہ معاویہ عوام کو حضرت علی کے خلاف بھڑکا کر اپنی خلافت قائم کرنی چاہتے تھے جس میں آخر کار انھیں کامیابی ہوئی ؏

جنگِ جمل

ادھر شام میں یہ ہو رہا تھا، ادھر مدینہ کی سنو۔ حضرت عائشہ رضؓ حج کو تشریف لیگئی تھیں انکے پیچھے حضرت عثمان کی شہادت ہو گئی۔ حضرت عائشہ رضؓ مکہ جاتے وقت حضرت عثمانؓ سے کہہ گئی تھیں کہ تم کو خلقت کی خواہش کے موافق توبہ کر کے خلافت سے دستبردار ہو جانا چاہیئے ؏

جب وہ حج سے واپس آئیں تو مدینہ کے قریب ان کو حضرت علی رضؓ کے چند مخالف ملے اور انھوں نے خوب رنگ آمیزی سے حضرت عثمان کا واقعہ قتل سنایا۔ حضرت عائشہ رضؓ کو معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضؓ سے آنحضرت صلعم کس درجہ محبت رکھتے تھے اور ان کے کیسے کیسے مناقب

حضرت صلعم نے بیان فرمائے ہیں ٭

جب انھوں نے ان کی ایسی دردناک بیکسی اور غمناک موت کا حال سُنا تو وہ بیتاب ہوگئیں اور زار و قطار روئیں اور ان کو اندیشہ ہوا کہ مدینہ میں حضرت علی کی حکومت سے ان کو بھی تکلیف ہوگی اور ممکن ہے کہ کوئی خطرہ پیش آئے کیونکہ ان کو حضرت علی رضؓ سے ایک شکایت تھی جسکی بنا پر بشریت کا وہم ہوسکتا تھا کہ شاید حضرت علی رضؓ بھی ان سے صاف نہ ہونگے ٭

اور وہ شکایت یہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضؓ سے حضرت رسولِ خدا صلعم کچھ کبیدہ تھے تو حضرت علی رضؓ نے مشورہ دیا تھا کہ آپ کے لئے عائشہ سے اچھی عورتیں موجود ہیں۔ آپ رنج کیوں کرتے ہیں۔ عائشہ کو طلاق دیدیجئے لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت عائشہ کی بریت کی اور ان کو پاکدامن و بے گناہ ثابت کیا جس سے آنحضرت صلعم کا دل تو ان سے صاف ہوگیا مگر حضرت عائشہ رضؓ کو حضرت علی رضؓ سے رنجش ہوگئی کہ انھوں نے میرے چھوڑنے کا مشورہ کیوں دیا ٭

یہی وجہ تھی کہ ان کو مدینہ آنے میں تامل ہوا اور وہ پھر مکہ واپس چلی گئیں ٭

حضرت طلحہؓ و حضرت زبیر رضؓ نے حضرت علی رضؓ کی بیعت تو کر لی تھی مگر وہ بھی لوگوں کے بہکانے سکھانے کے سبب حضرت علی رضؓ سے دل ہی دل میں برگشتہ ہو رہے تھے ٭

اب جب سُنا کہ حضرت عائشہ رضؓ مکہ چلی گئیں اور حضرت عثمان رضؓ کے انتقام کی تیاریاں کر رہی ہیں تو ان دونوں نے بھی حضرت علی رضؓ سے مکہ جانے کی اجازت طلب کی حضرت علی کو ان واقعات کی خبر نہ تھی۔ آپنے ان کو رخصت دیدی اور یہ دونوں حضرت عائشہ رضؓ کے پاس مکہ چلے گئے ٭

مروان بن الحکم بھی باوجود زخمی ہونے کے تمام بنی امیہ کو لے کر مکہ چلا گیا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کے سامنے قتل عثمان کے ایسے پر درد سین کھینچے کہ وہ حضرت علی رضؓ سے لڑائی پر آمادہ ہوگئیں۔ مروان نے زمین آسمان کے قلابے ملا کر اس بھولی سیدہ کو یقین دلایا کہ حضرت ع

ہی شہادت عثمان کے باعث تھے ؎

مکہ کے حاکم عبداللہ ابن الحضرمی کو معلوم ہوا کہ آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلعم کی محبوب زوجہ ام المومنین عائشہ رض حضرت علی رض سے حضرت عثمان رض کا بدلہ لینا چاہتی ہیں تو وہ در دولت پر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ فدوی بھی اپنی مالکہ کے قدموں کے ساتھ تلوار اٹھانے کو حاضر ہے ؎

چنانچہ سب مکہ والوں نے عبداللہ ابن الحضرمی کے ہاتھ پر عہد کیا کہ حضرت علی سے لڑینگے ؎

مکہ میں یہ سامان ہو رہے تھے اور حضرت علی رض کو کچھ خبر نہ تھی۔ آپ کو صرف معاویہ کے منصوبے کی اطلاع ہوئی تھی اور اسکے انتظام کے لئے آپنے لشکر تیار کیا تھا۔ اتنے میں خبر آئی کہ مکہ میں حضرت عائشہ رض اور حضرت حفصہ رض بنت عمر فاروق و زوجہ رسول خدا صلعم نے لڑائی کا سامان کیا ہے اور حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں تو حضرت علی رض کو بہت فکر ہوا اور انھوں نے مدینہ کے لوگوں کو جمع کر کے سارا حال بیان کیا اور فرمایا:۔

اب ہم کو پہلے اس فتنہ کا تدارک کرنا چاہئے۔ معاویہ کے معاملہ سے یہ قصہ بڑا ہے ؎

اہل مدینہ نے جب یہ سُنا کہ مقابلہ حضرت عائشہ حضرت حفصہ اور حضرت طلحہ و زبیر سے ہے تو وہ سب دم بخود ہو گئے اور کسی نے ایسے مقدس و پاک لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانیکی حامی نہ بھری تین دن ہو گئے حضرت علی روز تقریریں کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ تم نے وفاداری کا عہد کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں بے قصور ہوں اور میرا قتل عثمان میں مطلق دخل نہ تھا۔ پھر تم کیوں بے وفائی کرتے ہو اور کیوں مجھکو اس یورش سے نہیں بچاتے جو دشمنوں نے جھوٹ موٹ کھڑی کی ہے اور حضرت عائشہ رض و حضرت حفصہ وغیرہ کو فریب دیکر میرے خلاف اُبھارا ہے۔ تین دن تک لوگوں نے سُنا اور کسی نے ساتھ دینے کا اقرار نہ کیا آخری دن ایک شخص زیاد بن طلحہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا:۔

میں حاضر ہوں اے امیر المومنین تیرے پسینہ پر اپنا خون بہا دونگا اور جہاں تو لے چلے گا جاؤنگا کہ تو بر سر حق ہے اور تیری اطاعت میں بموجب حکم خدا اور رسول میری گردن بندھی ہوئی ہے

زیاد بن طلحہ کا یہ کہنا تھا کہ سارا مجمع کھڑا ہو گیا اور سب نے اس لڑائی میں حضرت علی رض کی مدد کا اقرار کر لیا اور یہ وہ لوگ تھے جن میں سات شخص تو بدر کی لڑائی میں شریک ہو چکے تھے۔ جن کی فضیلت آنحضرت صلعم نے بہت فرمائی ہے۔

مکہ میں حضرت طلحہ و زبیر نے حضرت عائشہ سے عرض کیا۔ لڑائی عورتوں کا کام نہیں ہے آپ ہمارے ساتھ بصرہ چلئے اور وہاں لوگوں کو حضرت عثمان کے انتقام کے لئے آمادہ فرما دیجئے اس کے بعد آپ گھر میں تشریف رکھئے ہم خود سب بندوبست کر لینگے۔ حضرت عائشہ رض نے اسکو قبول فرما لیا اور بصرہ چلنے پر راضی ہو گئیں۔

پھر یہ حضرات حضرت حفصہ رض کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے بھی یہی درخواست کی انھوں نے فرمایا میں حضرت عائشہ کے ساتھ ہوں جو رائے انکی وہ میری۔ وہ بصرہ چلینگی تو میں بھی چلونگی۔

یہ خبر حضرت حفصہ کے بھائی حضرت عبداللہ ابن عمر کو ہوئی تو انھوں نے اپنی بہن کو بصرہ جانے سے روک دیا۔

بصرہ کی ہل چل

حضرت عائشہ کا قافلہ بصرہ چلا تو حضرت عائشہ رض کو ایک مشہور تیز رفتار اونٹ پر جسکا نام عسکر تھا بٹھایا گیا۔ مکہ سے ایک منزل باہر حضرت مغیرہ بن شعبہ رض نے حضرت طلحہ و زبیر سے خفیہ ملاقات کی اور پوچھا کہ اگر تمھاری فتح ہوئی تو خلیفہ کون بنے گا؟ حضرت طلحہ نے جواب دیا:۔

میں یا زبیر۔ ان میں سے جسکو مسلمان پسند کریں۔ مغیرہ رض نے کہا:۔ اس کا انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ یہ کہا اور مکہ کو چلے گئے۔

بصرہ جاتے ہوئے راستے میں ایک مقام پر لشکر میں یہ بحث چھڑ گئی کہ اس فوج کا سردار کون ہے؟ حضرت طلحہ کے بیٹے نے کہا میرے باپ ہیں۔ حضرت زبیر کے صاحبزادے عبداللہ بولے نہیں میرے والد ہیں۔ اس پر بات بہت بڑھ گئی اور قریب تھا کہ باہم فساد ہو جائے۔

حضرت عائشہ رض یہ حالت دیکھکر مایوس ہوئیں اور انھیں اس جھگڑے کے سبب اندیشہ ہوا کہ جب

آپس میں یہ حال ہے تو حضرت عثمان رضؓ کا انتقام کیا لینگے؟

رسول صلعم خدا کی بتائی ہوئی جگہ

قافلہ جارہا تھا۔ راہ نما آگے آگے چلتا تھا کہ ایک مقام حواب نامی آیا۔ وہاں کتوں نے حضرت عائشہ رضؓ کے اونٹ پر بھونکنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پوچھا اس گاؤں کا کیا نام ہے؟ رہنما نے عرض کیا اسکو حواب کہتے ہیں؟

فرمایا طلحہ وزبیر کو بلاؤ۔ میں اُلٹی جاتی ہوں مجھے وہ حدیث یاد آگئی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔ میری بیویوں میں سے ایک بیوی پر حواب کے کتے بھونکینگے کیونکہ وہ ناحق پر ہوگی؟ پس یہ وہی حواب ہے میں ناحق کا ساتھ دینا نہیں چاہتی۔ لوگوں نے عرض کیا۔ رہنما نے غلط کہا یہ حواب نہیں ہے اور گاؤں کے لوگوں کو بلاکر گواہی دلوائی۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا:۔

مانا کہ اس گاؤں کا نام حواب نہیں ہے مگر میں عورت ہوں مجھے لڑائی سے کیا سروکار۔ مجھے گھر جانے دو۔ جب حضرت عائشہ کسی طرح راضی نہ ہوئیں تو لڑائی کا طبل بجنے لگا اور لوگوں نے چیخنا شروع کیا۔ علی کی فوج آگئی۔ یہ سُنکر حضرت عائشہ رضؓ مجبوراً چپ ہوگئیں۔ اور واپس جانے کا ارادہ ملتوی کردیا؟

حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کی بحث

جب حضرت علیؓ نے بصرہ کا ارادہ کیا اور روانہ ہوئے تو حضرت امام حسینؓ انکے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا۔ اے پدر بزرگوار میں ہر چند آپ کو مشورہ دیتا ہوں مگر آپ نہیں مانتے ڈرتا ہوں کہ آپ کو اسی بیابان میں قتل کرڈالینگے کوئی آپکا دوست اور سچا مددگار نہیں ہے؟

بابا جان! جس دن سے حضرت عثمان کے مکان پر گھیرا پڑا میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مدینہ کے باہر چلے جائیے مگر آپ نہ مانے اور جب حضرت عثمان شہید ہوگئے تو میں نے عرض کیا آپ گھر سے باہر نہ نکلئے تاوقتیکہ سارے اسلامی ممالک کے مسلمان جمع ہوکر آئیں اور آپکے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپنے اسکو بھی قبول نہ فرمایا؟

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر طلحہ و زبیر آپ کی بیعت سے برگشتہ ہو گئے ہیں ہو جانے دیجیے۔ پروانہ کیجئے وہ فساد کرینگے نتیجہ بھگتینگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:۔ نور چشم حسن سنو۔ تمہاری باتوں کا جواب یہ ہے:۔

اول تو یہ کہ میں عثمانؓ کے محصور ہونے کے دن مدینہ سے باہر نہ گیا اسکی وجہ یہ تھی کہ میں خود ہی دشمنوں میں محصور تھا۔ باہر جاتا تو جانے کون دیتا۔ میرا احصار حضرت عثمانؓ کے گھیرے سے زیادہ تھا تم کو اسکی تو خبر ہے نہیں:۔

رہا یہ معاملہ کہ میں نے تمام ملکوں کے مسلمانوں کی آمد کا انتظار بیعت میں کیوں نہ کیا:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو دنیا بھر سے کچھ غرض نہیں ہمارا دارومدار اصحابہ رسول اور مہاجرین و انصار پر ہے سو انھوں نے میری بیعت پر اجماع کر لیا تھا اور یہ کافی تھا:۔

اور یہ جو تم نے کہا کہ طلحہؓ و زبیرؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا وہ خود قاتلان عثمانؓ سے بھگت لیتے۔ تم سمجھتے نہیں کہ مجھ سے بھی تو عثمان کے خون کا مطالبہ کیا جاتا ہے آج دوسروں کو سزا دیجاتی ہے کل مجھپر حملہ ہوتا۔ اسواسطے میں نے اسکی روک تھام ضروری سمجھی کہ مسلمانوں کی حفاظت اور ان کا باہمی فساد سے بچانا میرا فرض ہے گھر میں بیٹھا رہنا مناسب نہیں:۔

دل جان حسن! تم کو معلوم ہے میں کتنی مدت گھر میں بیٹھا رہا۔ جس دن رسول خدا صلعم کا وصال ہوا میں گھر ہی میں رہا حالانکہ خلافت کا حق میرا تھا مگر میں نے خوشی خوشی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کی بیعت میں بھی شریک ہو گیا اور جب مشورہ عام سے حضرت عثمانؓ کا انتخاب منظور ہو گیا تو میں نے کچھ چون و چرا نہ کی اور بیعت عثمان بھی دلی رضامندی سے کر لی اور جب لوگوں نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا تو آٹھ دن خلافت سے چھپا ہوا گھر میں بیٹھا رہا۔ مگر اب جبکہ یہ کام میری گردن میں ڈال دیا گیا ہے تو مردوں کی طرح اسکو پورا کرونگا اور پوری شجاعت اور دلیری سے فساد کو روکونگا کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی خدمت و حمایت کا معاملہ ہے۔ اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں ہے:۔

حضرت عائشہ رضؓ بصرہ میں داخل ہوئیں تو عجب ہل چل پڑی۔ کوئی حضرت علی کو حق پر کہتا کوئی حضرت عائشہ کی امداد ضروری سمجھتا۔ عثمان ابن حنیف بصرہ کا حاکم دگداہیں تھا ادھر اسکو اسکا خیال تھا کہ حضرت علی کا نوکر، صوبہ دار ہوں۔ ادھر حضرت عائشہ رضؓ و حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کی بزرگی کا خیال کرتا تھا۔ آخر اس نے ایک شخص کو مسجد میں بھیجا جس نے عام مسلمانوں سے سارا ماجرا بیان کرکے انکی رائے پوچھی تو حاضرین کا میلان حضرت عائشہ رضؓ کی طرف پایا۔ اسپر بھی عثمان ابن حنیف حاکم بصرہ نے مخالفت کا ارادہ کیا اور دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہ رضؓ کا اونٹ تھا جسکے آس پاس حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کھڑے تھے۔ دوسری طرف حاکم بصرہ کی سپاہ تھی۔

حضرت طلحہ رضؓ نے ایک تقریر کی اور لوگوں کو حضرت عثمان کی شہادت کے دردناک واقعات سنائے اور ان کے انتقام کا مطالبہ کیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضؓ نے ایک زبردست دل ہلا دینے والی تقریر کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضؓ نے۔

تقریریں ہو چکیں تو حارثہ بن قدم السعدین آگے بڑھا اور اس نے حضرت عائشہ رضؓ کو مخاطب کرکے کہا:۔ اے ہم سب کی مادر مہربان! آپ حضرت عثمان رضؓ کے خون کا مطالبہ فرماتی ہیں میرے نزدیک حضرت عثمان رضؓ بلکہ خود آنحضرت صلعم کا شہید ہونا اتنا بڑا نہیں ہے جتنا بڑا یہ واقعہ ہے کہ آپ نے پردہ[1] اٹھایا اور میدان جنگ میں عام مخلوق کے سامنے تشریف لے آئیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آپ کو مجبور کرکے لایا گیا ہے۔ دوسرا شخص اسی قبیلہ بنی سعد سے آگے بڑھکر بولا

---

[1] پردہ اُٹھانے سے یہ مطلب سمجھنا چاہیئے کہ خدانخواستہ حضرت عائشہ رضؓ کھلے منہ میدان جنگ میں آگئی تھیں یا عام لوگوں کے سامنے بے حجابانہ آئی تھیں بلکہ لکچرار کی غرض یہ تھی کہ آپکا گھر سے نکل آنا بے پردگی ہے کیونکہ آپ حرم رسولؐ ہیں۔
اگلے بیان سے معلوم ہوگا کہ حضرت عائشہ جنگ جمل میں پردہ کے اندر تھیں کیونکہ جب ان کا اونٹ مرکر گرا تو حضرت عائشہ رضؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ ان کو سنبھالنے کے لئے دوڑے اور جسوقت ان کا ہاتھ حضرت عائشہ رضؓ کے جسم کو لگا تو ان کو خبر نہ ہوئی کہ کس کا ہاتھ ہے؟ اور وہ غیظ میں آگئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھلے منہ ہوتیں تو اپنے بھائی کو دیکھ نہ لیتیں۔
(حسن نظامی)

اے طلحہؓ و زبیرؓ! تم نے خوب پیغمبر خدا صلعم کی دوستی کا حق ادا کیا کہ اپنی عورتوں کو تو پردہ میں رکھا اور ہم سب کے آقا کی حرم محترم کو بے حجابانہ عام لوگوں میں نکال لائے۔

ان لوگوں کی تقریروں سے مجمع پر ایک سناٹا طاری ہو گیا اور کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی اثنا میں حاکم بصرہ کی سپاہ میں سے ایک شخص نے بڑھکر حضرت عائشہ رضؓ کی فوج پر حملہ کر دیا اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضؓ کی سپاہ نے بھی حملہ کیا اور لڑائی ہونے لگی مگر کوئی شخص ہلاک نہ ہوا۔ صرف زخمی ہوئے دوسرے دن پھر لڑائی ہوئی اور اس میں بہت سے آدمی مارے گئے۔

یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضؓ نے حکم دیا لڑائی بند کرو۔ میں خون بہانے نہیں آئی میں تو خون کا عوض لینے آئی ہوں۔ لہذا چاہتی ہوں کہ صلح ہو جائے۔

بصرہ کا حاکم بولا صلح نہیں ہو سکتی۔ طلحہؓ و زبیرؓ نے حضرت علی کی بیعت توڑی ہے۔ جب تک وہ آپ سے علیحدہ نہ ہونگے ہم صلح نہیں کر سکتے۔

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مالک اشتر کے خوف کے مارے بیعت کی تھی اچھا اچھا میں مدینہ میں دریافت حال کے لئے کسی کو بھیجتی ہوں اگر یہ خبر سچ ہے کہ طلحہ و زبیر نے ڈر کے مارے بیعت کی تو تم کو بصرہ خالی کرنا ہوگا۔ اس کے خلاف ہوا تو تم بے قصور ہو۔ آخر اسپر فیصلہ قرار پایا کہ کعب بن سواد کو مدینہ بھیجا جائے اور ان سے اہل مدینہ کی گواہی طلب ہو۔ اس عرصہ میں آدھا بصرہ سابق حاکم کے پاس رہے اور آدھے میں حضرت عائشہ رضؓ کی سپاہ قبضہ رکھے۔

چنانچہ کعب بن سواد مدینہ گئے اور انھوں نے سب لوگوں کو جمع کر کے پوچھا تو سب مسلمان خاموش رہے مگر چار نامی اصحابؓ نے گواہی دی کہ بیشک حضرت طلحہ و زبیر نے مجبوراً بیعت کی تھی۔

جب یہ قاصد بصرہ آیا تو سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ حضرت علی رضؓ سے اہل مدینہ ڈرتے ہیں ان کے خوف سے کسی نے گواہی نہ دی صرف چار آدمیوں نے جرأت کر کے یہ بیان کیا۔

اسپر جھگڑا پڑا یہانتک کہ مسجد میں لڑائی ہونے لگی اور بہت سے مسلمان مارے گئے۔ حاکم بصرہ کے محافظ سپاہی بھی قتل کر دیے گئے اور عثمان ابن حنیف گرفتار ہو کر آئے تو حضرت طلحہؓ

و زبیرؓ نے چاہا کہ ان کو قتل کر دیں۔ مگر حضرت عائشہ رضؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے منع کیا اور فرمایا وہ بوڑھا آدمی ہے اور رسول خدا کا صحابی ہے اس کو نہ مارو۔

اسپر عثمان ابن حنیف کی لمبی ڈاڑھی نوچ لی گئی اور اس کے بعد رہائی دیدی گئی۔ عثمان اسی حالت میں مدینہ آئے اور سارا قصہ حضرت علیؓ سے کہا۔

حضرت علی کو اس واقعہ سے بہت رنج ہوا اور آپنے جنگ کی تیاری شروع کی۔ مکہ میں اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو سامان حرب لانے کو بھیجا اور کوفہ میں محمد ابن ابی بکر کو اپنے گورنر ابی موسیٰ اشعری کے پاس روانہ کیا کہ وہ وہاں فوجیں جمع کر کے بصرہ پر آئے لیکن ابو موسیٰ اشعری نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور کہا:۔ حضرت عثمان کا انتقام ضروری ہے اور عام لوگوں کو حضرت علیؓ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔

حضرت علیؓ نے سُنا تو حضرت عبداللہ ابن عباس و حضرت حسنؓ کو بھیجا۔ انھوں نے بھی ابو موسیٰ کو بہتیرا سمجھایا مگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے۔ آخر حضرت عمار بن یاسر کا بھیجنا قرار پایا۔ اس پر مالک ابن اشتر بولے۔ ان لوگوں میں کوئی ابو موسیٰ کو ٹھیک نہ کر سکیگا۔ مجھکو بھیجئے ذرا سی دیر میں سب کو درست کر دوں گا۔

حضرت علیؓ نے مالک کو بھی عمار کے ساتھ کر دیا۔ اب کے بھی حضرت ابو موسیٰ نے وہی مخالفانہ روش دکھائی۔ حضرت عمار نے ہر چند سمجھایا نہ مانے۔

مسجد میں تو سمجھانے بجھانے کا جلسہ ہو رہا تھا۔ مالک اشتر سیدھے ابو موسیٰ کے مکان میں پہنچے اور سارے اسباب پر قبضہ کر لیا۔ جس غلام نے مقابلہ کیا اُس کو مار کر نکال دیا۔ ابو موسیٰ کو خبر ہوئی تو مسجد سے گھبرائے ہوئے گھر میں آئے اور مالک کا قبضہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور مالک سے کہا کہ یہ کیا بیجا حرکت ہے؟ مالک اشتر بولے:۔

منافق! یہ محل حضرت علیؓ کا ہے جو مسلمانوں کے امیر ہیں اور تو ان کا نوکر ہے انھوں نے تجھکو عطا فرمایا تھا۔ اب تو ان سے باغی ہوگیا۔ اسواسطے میں نے اسکو تجھ سے چھین لیا۔

ابوموسیٰ میں لڑنے کی طاقت نہ تھی۔ اور وہ بھی مالک اشتر جیسے شخص سے۔ اسواسطے ابوموسےٰ نے عاجزی سے کہا۔ مجھے آج کی رات اس گھر میں رہنے کی اجازت دیدو۔ مالک نے قبول نہ کیا۔ مگر بمشکل تمام بعد میں اجازت دیدی۔

ابوموسیٰ کے دبتے ہی تمام کوفہ مطیع ہوگیا اور حضرت امام حسنؓ کی تقریر سُنکر سب نے حضرت علیؓ کی مدد کے لئے کمریں باندھ لیں اور ۲۰ ہزار سوار بصرہ کی طرف حضرت طلحہ وزبیر سے لڑنے کو چل کھڑے ہوئے۔

ادھر سے حضرت علی رضؓ فوجیں لیکر بصرہ پہنچے اور بصرہ پر اس لڑائی کا نقشہ جم گیا جسکو آج تک جمل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چونکہ اونٹ کو عربی میں جَمَل کہتے ہیں اور حضرت عائشہ رضؓ اس لڑائی میں اونٹ پر سوار تھیں اسواسطے اس لڑائی کا نام بھی جمل ہوگیا۔

خدا کی مرضی میں کس کو دخل ہے ذرا دیکھنا۔ بصرہ کے سامنے کون لوگ کھڑے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ یہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مقبول یار واصحابؓ ہیں جنھوں نے اس دن سے کچھ ہی پہلے آدھی دنیا کو اسلام کے آگے سرنگوں کرالیا تھا جن کی تلوار کی دھاک سے روئے زمین کے بادشاہ لرزتے تھے۔ ایک طرف حضرت علی تھے بنت رسولؐ کے شوہر اور خود رسولؐ کے بھائی اور تمام خوبیوں سے بھرپور۔ جنھوں نے دنیا میں علم روحانیت کا جھنڈا گاڑ دیا۔

دوسری طرف تپّی کی ستی حضرت عائشہ حبیب خدا صلعم کی محبوب بیوی جن کے اوصاف سے احادیث نبوی بھری پڑی ہیں اور جن کی پاکی کو قرآن شریف نے ثابت کیا۔

اور دونوں کے ساتھ بڑے بڑے نامور اصحاب رسول ہیں۔ طلحہ وزبیر تو وہ لوگ ہیں جن کے جنتی ہونے کی خود رسولِ خدا صلعم نے بشارت دی تھی۔

مگر آج انھوں نے ایک دوسرے پر تلوار اٹھائی ہے۔ آج یہ آپس میں خون بہانے جمع ہوئے ہیں۔ اس کا سبب بھی جانتے ہو کیا ہے؟ سنو! خدا تعالیٰ اپنی شانیں دکھاتا ہے اور اپنے رسول کی پیشینگوئی پوری کرانی چاہتا ہے۔ کیونکہ حضرت نے فرمادیا تھا کہ عثمان شہید ہوں گے

اوران کے بعد تمہارے آپس میں خوب تلوار چلے گی ۔

خدا کی حکمت میں کون دخل دے سکتا ہے۔ اسی کو معلوم ہے کہ اس نے یہ تماشے کس مقصد سے دکھائے تھے۔ ہم کو چاہئے کہ ان لڑائیوں میں اپنی رائے کو دخل نہ دیں۔ اور کسی کو بُرا نہ کہیں۔ کیونکہ ہم کو دونوں برابر ہیں۔ حق و ناحق کا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں ہے قرآن شریف میں ارشاد ہے:۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ وہ ایک امت تھی جو گزر گئی اُسنے جو کچھ کیا پائیگی اور جو کچھ تم کروگے پاؤگے۔ تم سے سوال نہ ہوگا کہ اس امت نے کیا عمل کئے تھے

یہ آیت ہم سے کہتی ہے کہ ان اصحاب رسولؐ کی باہمی باتوں میں دخل نہ دیں۔ اور اپنے عمل کی حفاظت کریں ۔

میں نے تو کربلا کا واقعہ سمجھانے کو یہ قصے لکھے ہیں اسلئے نہیں کہ تم ایک فریق کے طرفدار بنجاؤ

الغرض جب صف بندی ہوگئی تو حضرت علیؓ نے اپنی فوج سے مخاطب ہوکر کہا:۔ تم میں جو لوگ شہادت حضرت عثمان میں شریک رہ چکے ہیں وہ لشکر سے الگ کھڑے ہوجائیں میں ان سب کو جانتا ہوں۔ مگر کسی کا نام لینا نہیں چاہتا۔ بہتر یہی ہے کہ وہ خود سمجھ لیں اور ہمارے پاس سے ہٹ جائیں ۔

حضرت علیؓ کی سپاہ میں پانسو کے قریب ایسے آدمی تھے۔ جنھوں نے محاصرہ حضرت عثمان میں حصہ لیا تھا ۔

حضرت علیؓ کا یہ عجیب حکم سنکر سب سناٹے میں رہ گئے۔ ان کو تو خیال تھا کہ حضرت علیؓ ان کے حامی ہیں۔ مگر معاملہ برعکس نکلا۔ انہی لوگوں میں مالک اشتر بھی تھے جن کی دلیری اور حسن تدبیر کے واقعات اوپر تم نے کئی دفعہ پڑھے اور سُنے ہیں ۔

مالک اشتر نے حضرت علیؓ کی بیشمار خدمتیں انجام دی تھیں اور وہ ان کے بڑے حامی کار تھے مگر حضرت علیؓ نے حق کا ساتھ دے کر صاف صاف ان کو نکلجانیکا حکم دیدیا ۔

چنانچہ یہ لوگ لشکر سے علیحدہ ہوگئے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ اگر صلح کرینگے تو اسی پر کرینگے کہ ہم سب کو حضرت عثمان کے قصاص میں قتل کردیا جائے لہذا مناسب ہے کہ کسی دوسرے ملک میں چلے چلیں۔ مالک اشتر برہم ہوکر بولے۔ ڈرتے کیوں ہو؟ آؤ بڑھ کر علی کا خاتمہ کردیں۔ جس شخص پر ہم جان چھڑکیں اسی کا برتاؤ ہمارے ساتھ ایسا ہو۔ ایسے شخص کا قتل کردینا اولی ہے۔

اور لوگ بولے۔ ہم علی رض کو مار ڈالینگے تو بعد میں طلحہ رض و زبیر رض ہم سے علی رض کا قصاص مانگینگے اور اگر طلحہ و زبیر کو قتل کردینگے تو علی رض اُن کا عوض ہم سے لینگے۔ ہماری ہر طرح مشکل ہے۔ کاش کہ ہم عثمان کے دروازہ پر نہ جاتے اور یہ روز بد ہم کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

مالک اشتر نے کہا:۔ اچھا اب تم سب الگ کھڑے ہوکر تماشہ دیکھو۔ جب لشکر آپس میں جنگ کرے اور ایک کا غلبہ نظر آئے تو مغلوب کا ساتھ دیں تاکہ وہ ہماری اعانت سے ممنون ہوکر ہمارا پیچھا چھوڑ دے۔

سب نے اس رائے کو پسند کیا اور علیحدہ صف بناکر کھڑے ہوگئے۔ وہ دن تو یوں ہی گزر گیا اور لڑائی نہ چھڑی۔ رات کو ایک شخص حضرت طلحہ کے پاس آیا اور کہا مجھکو ہزار آدمی دیجئے میں علی رض پر شب خون مارنا چاہتا ہوں۔

حضرت طلحہ رض بولے۔ توبہ توبہ۔ خبردار ایسی بات پھر نہ کہنا۔ علی آتش پرستوں یا عیسائیوں کے بادشاہ نہیں ہیں جو ہم اُن سے یہ مکر کریں۔ وہ رسولِ خدا کے چچازاد بھائی ہیں اور مسلمان ہیں۔ ہم بھی شبخون کے ہنر کو جانتے ہیں مگر مسلمانوں سے یہ برتاؤ منظور نہیں کرسکتے۔ میں کوشش کررہا ہوں کہ خوں ریزی رک جائے اور کوئی صورت صلح کی نکل آئے اور تو یہ صلاح دیتا ہے۔ ایسا ہی اس رات حضرت علی رض کے پاس بھی لوگ آئے اور شبخون مارنے کی اجازت چاہی۔

حضرت علی رض طلحہ رض سے زیادہ ناراض ہوکر بولے۔ خبردار ایسی حرکت ہرگز نہ کہنا اور حضرت طلحہ رض و زبیر رض اور حضرت عائشہ رض کے بہت سے فضائل بیان کئے۔

دوسرا دن بھی صلح و صفائی کی گفتگو میں گزرا اور نتیجہ نہ نکلا۔ تیسرے دن حضرت علیؓ خود میدان جنگ میں باہر نکلے اور حضرت طلحہ و زبیر کو آواز دی کہ سامنے آکر میری بات سُن لو۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ باہر نکلے۔ اور کہا کیا کہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے پاس تم سے لڑنے کی خدا کے سامنے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور نہ تمھارے پاس مجھ سے لڑنے کی کوئی حجت ہے ہم تو آپس میں رشتہ دار ہیں۔ تمھاری گردن میں میری بیعت کا حلقہ پڑا ہوا ہے۔ ہم تم ایک دین و ملت میں ہیں۔ تم نے بھی رسولخدا صلعم کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور میں نے بھی پڑھی ہے۔ تم نے بھی ہمیشہ میرا خون بہانا حرام سمجھا ہے اور میں نے بھی تمھارا خون بہانا حرام سمجھا مگر اب کیا ہو گیا کہ تم ناحق میرا خون بہانا حلال سمجھتے ہو؟

حضرت طلحہؓ نے جواب دیا۔ کہ تم نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان کو قتل کرایا۔ تمھارا یہ قصور ہے؛

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تو اچھا اسکا فیصلہ یہ ہے کہ ہم تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دے کر کھڑے ہوں اور خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ الٰہی جس نے عثمان کو قتل کیا ہو یا کرایا ہو یا اس سے خوش ہوا ہو اُس پر لعنت بھیج۔ یہ دعا کر کے دیکھیں کہ لعنت کس پر آتی ہے؟ اور خدا تعالیٰ کی سزا کس کو ملتی ہے؟ حضرت علیؓ کے اس ارشاد کا جواب حضرت طلحہ نے کچھ نہ دیا اور چپ ہو گئے؛

اس کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت زبیر سے فرمایا۔ اے زبیر! تم کو یاد ہو گا ایک دفعہ میں مدینہ میں فلاں مقام پر بیٹھا تھا کہ تم آنحضرت صلعم کے ساتھ میرے پاس سے گذرے۔ اور جب حضرت صلعم نے مجھکو دیکھا تو مسکرائے اور میں بھی مسکرایا تو تم نے حضور صلعم سے عرض کیا یارسول اللہ آپ علیؓ کو ایسے ہنسنے کے موقعے نہ دیجئے تو رسول خدا نے فرمایا تھا۔ "اے زبیر! اس دن سے ڈر کہ تو علیؓ پر فوج لے کر چڑھے گا اور اُس دن تو ظالم ہو گا؛

حضرت زبیر نے یہ سنتے ہی سر جھکا لیا اور فرمایا ہاں اے علی! میں بھول گیا تھا۔ مجھے یہ بات یاد ہوتی تو ہرگز یہ حرکت نہ کرتا؛

یہ کہا اور زار زار رونے لگے اور فرمایا اے علی خدا کی قسم اب میں تم سے جنگ نہ کرونگا اور گھوڑے کی باگ پھیر کر سیدھے حضرت عائشہ رضؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ میری ہمت عیسائی شہنشاہ کے سامنے بھی پست نہ ہوئی۔ مگر آج علی رضؓ کے آگے میری ہمت نے جواب دیدیا یہ کہہ کر گھر میں جا کر بیٹھ گئے ؛

حضرت عائشہ رضؓ نے حضرت طلحہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر سے یہ واقعہ کہا تو عبداللہ ابن زبیر اپنے والد حضرت زبیر کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا :-

بابا جان ! اچھا تو جب تھا کہ لوگ جمع ہوکر آپ کے پاس آتے اور حضرت علی رضؓ سے لڑنے کی خواہش ظاہر کرتے اور آپ فرماتے میں مسلمانوں سے لڑنا بُرا سمجھتا ہوں مگر اب تو آپ خود آئے ہیں۔ لوگوں کو لڑائی کے لئے جمع کیا۔ حضرت عائشہ کو آمادہ کر کے لائے۔ بہت سے مسلمانوں کو قتل کرا چکے۔ اب اگر لڑائی سے انکار کروگے تو لوگ کہینگے زبیر جیسا بہادر ابوطالب کے لڑکے سے ڈر گیا اور لڑائی سے بھاگ نکلا ؛

حضرت طلحہ نے بھی سمجھایا۔ آخر زبیر بولے۔ میں قسم کھا چکا ہوں اب اپنی بات پر قائم رہونگا حضرت طلحہ نے کہا تمھارے بہت سے غلام ہیں ایک کو آزاد کر دینا۔ قسم کا کفارہ ہو جائے گا ؛

اس جنگ میں حضرت علی کے پاس بیس ہزار آدمی تھے اور حضرت عائشہ کے ہمراہ تیس ہزار کا لشکر تھا۔ لڑائی ہوتے ہوتے رک گئی اور صلح کے پیام سلام ہونے لگے ؛

اِدھر تو صلح کی گفتگو تھی اُدھر وہ لوگ جنھوں نے حضرت عثمان کے قتل میں حصہ لیا تھا ڈر رہے تھے کہ اب کے ہماری خیر نہیں صلح میں ہمارا ہی قتل قرار پائے گا۔ اس واسطے انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ صلح نہ ہونے دو اور خود لڑائی شروع کردو ؛

چنانچہ ان لوگوں نے اپنی جماعت کے تین حصے کئے اور تینوں رخ سے حضرت عائشہ رضؓ کی فوج پر صبح طلوع ہونے سے پہلے حملہ کر دیا ؛

حضرت عائشہ رضؓ کی فوج نے سمجھا کہ حضرت علی رضؓ نے حملہ کیا ہے انھوں نے بھی حضرت علی رضؓ کے

لشکر پر حملہ کردیا۔ حضرت علی اور ان کے ساتھیوں کو خبر نہ تھی کہ یہ کیا قصہ پیش آیا۔ لوگوں نے کہا۔ حریف نے دغا کی۔ عہد توڑ ڈالا۔ وہ صلح نہیں چاہتا۔ آؤ ہم بھی تلوار نکالیں اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کام تو کسی تیسرے کا ہے جو مسلمانوں میں اپنی غرض سے خونریزی کرانی چاہتا ہے مالک ابن اشتر وغیرہ لوگوں نے ایک طرف تو یہ آگ لگادی اور دوسری طرف حضرت علی کے پاس آئے اور کہا:۔

اے امیر المؤمنین! ہم نہ کہتے تھے یہ لوگ غدار ہیں آپنے ان کی خاطر سے ہم کو جدا کردیا اور نتیجہ دیکھا اب ہم کو اجازت دیجئے۔ کہ آپ پر قربان ہوں اور آپکی طرف سے لڑیں۔ حضرت علیؓ نے اجازت دیدی کیونکہ وہ اصل حقیقت سے واقف نہ تھے اور لڑائی گرم ہوگئی۔

ادھر لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور کہا "دیکھا آپ کو علیؓ نے ایک طرف تو صلح کے پیام دئے اور دوسری طرف شبخون مار دیا۔

حضرت عائشہؓ نے حکم دیا کہ میرا اونٹ تیار کرو۔ میں خود چلوں گی اور فوج کو لڑاؤں گی حضرت علیؓ نے پھر ایک کوشش صلح کے واسطے کی اور مسلم ابن عبداللہ کو قرآن دیکر بھیجا کہ میدان میں اس کو بلند کرو اور کہو اس دین کی خاطر لڑائی بند کرو اور صلح پر آؤ۔

حضرت طلحہ رات کے واقعہ سے شک میں پڑگئے تھے انھوں نے فرمایا یہ علی کا فریب ہے اور مسلم کے ہاتھ پر تلوار ماری۔ قرآن شریف دوسرے نے اٹھالیا اور اسکو بھی طلحہ نے قتل کردیا۔ آخر لڑائی کا زور بندھ گیا۔ تلوار چلنے لگی۔ سر کٹنے لگے۔ خون کے نالے بہنے شروع ہوئے نیزے بلند ہوتے تھے اور سینوں میں گھس جاتے تھے۔ تلواریں چمک چمک کر اونچی ہوتی تھیں اور گردنوں ہاتھوں کو کاٹتی ہوئی جھک جاتی تھیں۔

عالم کارزار میں حضرت عائشہؓ نے اپنے اونٹ پر سے آواز دی۔ اے فرزندو! کون تم میں حرم رسول صلعم کے اونٹ کی مہار سنبھالے گا؟

کعب بن سعد دوڑے اور کہا۔ اے ملکۂ عالم! میں یہ خدمت انجام دونگا۔ یہ کہا اور مہار

پکڑلی۔ حضرت عائشہؓ نے کعب کو قرآن شریف دیا اور فرمایا۔ اہل کوفہ سے کہو اسکی لاج رکھیں اور لڑائی چھوڑیں۔ کعب قرآن شریف لے کر آگے بڑھے اور یہ پیام پہنچانا چاہا :۔

قاتلان عثمان کو پھر ڈر ہوا کہ حضرت علی کی سپاہ حضرت عائشہ کا یہ پیام سُنے گی تو صلح کرلے گی اور لڑائی سے ہاتھ اُٹھالے گی۔ اسواسطے مالک ابن اشتر نے آگے بڑھکر کعب کے ایک ہاتھ مارا اور دو ٹکڑے کردیا۔ کعب تین بھائی تھے تینوں باری باری یہ پیام لیکر آئے اور مالک ابن اشتر کے ہاتھ سے مارے گئے :۔

یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ ابن زبیر گھوڑے سے اترے اور مالک اشتر پر حملہ کیا۔ مالک بھی گھوڑے سے کود پڑے اور ابن زبیر کے سر پر تلوار ماری جس سے ابن زبیر زخمی ہوگئے۔ مگر وہ مالک کو لپٹ گئے اور دونوں میں کشتی ہونے لگی چونکہ ابن زبیر زخمی تھے کم طاقتی سے دب گئے اور آواز دی ارے مالک نے مجھکو مار ڈالا۔ لوگ ابن زبیر کے بچانے کو دوڑے اور مالک اُٹھکر حضرت علیؓ کے لشکر میں جاملے۔ ابن زبیر کو لوگ شہر میں اٹھا کر لے گئے :۔

حضرت طلحہ و زبیر برابر جمے ہوئے تھے اور فوج کے دل بڑھا بڑھا کر لڑا رہے تھے :۔

حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو آواز دی۔ بدقسمتی ہو کہ یہ لڑائی تم کو مسلمانوں سے پیش آئی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اہل قبلہ کی اس جنگ کا انجام کیا ہوگا۔ لہٰذا تم کو چاہئے کہ جان سے مارنے کی کوشش نہ کرو اور کوئی سامنے سے بھاگے تو اسکے پیچھے نہ جاؤ اور کسی کا مال ملے تو اس کو نہ لو کیونکہ یہ مال لینا حرام ہے۔ ہاں وہ تم پر حملہ کریں تو تم بھی کلہ بکلہ جواب دو۔ اور اپنے اوپر آنے سے ان کو روکو :۔

حضرت طلحہ و زبیر نے حضرت علی کی یہ آواز سُنی تو بہت خوش ہوئے اور انھوں نے بھی اسی قسم کی منادی اپنی فوج میں کرادی :۔

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کا قتل

آخر وہ بُرا وقت بھی آگیا جس کا ڈر تھا۔ حضرت طلحہ کی پنڈلی میں تیر لگا اور خون بہنا شروع

ہوا۔ حضرت طلحہ بڑی ہمت والے تھے۔ ظہر کی نماز تک پروانہ کی۔ اور گھوڑے پر سوار کھڑے رہے مگر خون زیادہ بہنے سے ان کی طاقت نے جواب دیدیا اور انھوں میدان سے منہ پھیرا اور بصرہ کے پاس ایک ویرانہ میں جاکر اس زخم کے سبب انتقال کر گئے۔

طلحہؓ کے جاتے ہی حضرت زبیر بھی اُلٹے پھرے اور واپسی کی حالت میں عمرو بن جرمون نامی ایک سوار نے ان کے برچھا مارا۔ اور گرا کر سر کاٹ لیا۔

جب عمرو بن جرمون حضرت زبیر کا کٹا ہوا سر حضرت علیؓ کے پاس لایا اور خوش ہوکر فخر سے کہا میں نے زبیر کو مار ڈالا تو حضرت علیؓ نے فرمایا:- تجھ کو دوزخ کی بشارت ہو۔

عمرو بولا۔ اے علیؓ! تم بھی امت کے لئے عجیب بلا ہو۔ اگر تمہارا ساتھ دیں اور تمہارے دشمنوں کو قتل کریں تو ہم کو دوزخی بناتے ہو اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو بھی دوزخی کہتے ہو۔

حضرت عائشہؓ کو طلحہؓ و زبیرؓ کے چلے جانے سے بہت رنج تھا وہ فرماتی تھیں کہ طلحہ تو خیر زخم کی وجہ سے گئے۔ زبیر کیوں چلے گئے۔

مگر انھوں نے مردوں کو اپنی شجاعت سے مات کردیا اور فرمایا کچھ پروا نہیں میں اکیلی لڑونگی اور اپنے اونٹ کو صفوں کے وسط میں لے کر کھڑی ہو گئیں۔

مسلمانوں نے اپنی ملکہ کو جب ایسا ثابت قدم دیکھا تو پروانوں کی طرح اس شمع کے گرد جمع ہو گئے اور مر مر کر گرنے لگے۔

حضرت علیؓ نے مالک ابن اشتر سے فرمایا۔ کوئی ایسا حیلہ ہو کہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ قتل ہو جائے ورنہ یہ لڑائی ختم نہ ہو گی اور سب مسلمان اپنے رسول کی حرم کے قدموں کے نیچے کٹ کٹ کر مر جائیں گے۔

مالک بن اشتر نے جاکر حضرت عائشہؓ کے اونٹ کی مہار پکڑنے والے کو قتل کردیا مگر مسلمانوں نے اس کی پروانہ کی قتل ہوتے جاتے تھے اور دوڑ دوڑ کر مہار پکڑتے تھے اور کہتے تھے:-

میں ہوں فلاں بن فلاں۔ اے ام المؤمنین۔

حضرت عائشہ رضؓ جواب دیتی تھیں۔ شاباش اے بہادر بچے۔ یہانتک کہ بہتر آدمی مالک نے اس اونٹ کی مہار پکڑنے والے مار ڈالے اور آخری آدمی نے جس نے مہار پکڑی کہا:۔

اے ہم سب کی ماں! تم دیکھ رہی ہو کہ تمہارے کتنے بچے خاک و خون میں ملگئے اور اب بھی تم کو رحم نہیں آتا۔ مالک اشتر نے بڑھ کر اونٹ کے تلوار ماری اور اونٹ گر پڑا۔ اس وقت حضرت محمد ابن ابی بکر اپنی بہن حضرت عائشہ رضؓ کو سنبھالنے دوڑے اور کجاوہ میں ہاتھ ڈال کر حضرت عائشہ کو اٹھایا جونہی حضرت عائشہ رضؓ کے جسم کو محمد ابن ابی بکر کا ہاتھ لگا۔ حضرت عائشہ غیظ و غضب میں آکر بولیں جلے وہ ہاتھ جس نے اس جسم کو چھوا جسکو سوائے رسول خدا کے آجتک کسی نے نہ چھوا تھا۔

محمد بن ابی بکر نے کہا:۔ اے بہن! میں ہوں تمہارا بھائی۔ دعا کرو کہ دنیا میں یہ ہاتھ جلے آخرت میں نہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے اے بھائی کہ تو سلامت ملا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ کا کجاوہ دوسرے اونٹ پر رکھا گیا اور ان کو شہر میں واپس لائے اس لڑائی میں لوگوں کے ہاتھ زیادہ کٹے تھے۔ کیونکہ خلقت حضرت عائشہ کے اونٹ کی مہار پکڑتی تھی اور لوگ ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے۔

لوگوں نے چاہا کہ مال غنیمت تقسیم کریں۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ توبہ توبہ۔ یہ مال مسلمانوں کا ہے۔ ہرگز جائز نہیں۔ مقتولوں کے وارثوں کو دے دو۔

اس کے بعد حضرت علی رضؓ حضرت عائشہ کے پاس اندر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ سے کہا۔ اللہ ہماری اور تمہاری خطاؤں کو معاف کرے۔

حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمہارے گناہ سے درگزر کرے۔

اس لڑائی میں تین ہزار آدمی حضرت علی کی فوج کے مارے گئے اور تیرہ ہزار حضرت عائشہ رضؓ کے لشکر کے کام آئے اور اس طرح اس افسوسناک جنگ کا خاتمہ ہوا۔ جو خود تو ختم ہوگئی مگر آئندہ لڑائیوں کے بیج بوگئی۔

حضرت علی رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ کو عورتوں کے رسالے کے ساتھ مدینہ بھیجدیا۔ ان فوجی

عورتوں کو مردانہ لباس پہنایا تھا اور حضرت عائشہ ناراض ہوتی تھیں کہ مجھکو نامحرم مردوں کے ساتھ علی نے بھیجا۔ لیکن مدینہ جاکر یہ راز کھلا تو حضرت عائشہ بہت خوش ہوئیں۔

صِفّین کا معرکہ

جمل کی لڑائی سے فراغت ہوئی تو معاویہ نے اپنے مدت کے ارادۂ جنگ کا اظہار کیا۔ انھوں نے اہل شام کو جوش میں دیوانہ بنا رکھا تھا۔ شام کا بچہ بچہ حضرت عثمان کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ جونہی پرچہ لگا کہ علیؓ نے جمل کا میدان مار لیا۔ معاویہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ شامی فوجوں کو لیکہ آندھی کی طرح اٹھے اور چھوٹے بگولوں کو آگے بڑھایا۔ اِدھر حضرت علیؓ نے بھی گرجتے بادل سمیٹنے شروع کئے۔

عمرو بن عاص کا غلام وردان ۲۵ ہزار سوار پیادے کی بھیڑ بھاڑ لئے آگے تھا اس کے پیچھے مدبر یکتا عمرو بن العاص تھے۔ ان کے پیچھے خود معاویہ چلے آتے تھے۔

یہاں حضرت علیؓ نے ہراولی زیاد بن نصر اور شریح بن ہانی کو دیکر آٹھ ہزار کی جمعیت سے آگے بڑھایا تھا۔ پیچھے کمک کو مشہور تیغ زن مالک ابن اشتر تین ہزار سورماؤں کے ساتھ تھے۔ لشکر علیؓ نے دجلہ کو عبور کیا۔ فرات سے پار ہوا اور شام کی حدود میں جا گھسا۔

حریف یا تو طوفان کی طرح امڈا چلا آتا تھا۔ یا ہاشمی افواج کو دیکھکر گھونگٹ کھا گیا۔ معاویہ کو خبر ہوئی انھوں نے ابو الاعور سلمی کو ہراول بنایا تھا جو فن حرب کا بڑا ماہر تھا۔

ہراول کی پہلی ٹکر ہوئی تو مالک ابن اشتر نے آواز دی:۔

ابو الاعور ہمت ہو تو خود میدان میں آ اور دو دو ہاتھ دکھا۔ ابو الاعور نے جواب نہ دیا اور باہر نہ نکلا۔ سپاہیوں کے دو دو ہاتھ ہوئے مگر خونریزی زیادہ نہ ہوئی۔

صبح ہوئی تو ابو الاعور کترا کر فرات کے کنارے ہٹ گیا اور مقام صفین میں صف بندی کی اور معاویہ کو عرضی بھیجی۔ میں علیؓ کی ہراول سے بچ کر صفین میں ہٹ آیا ہوں۔ یہ گریز مالک

ابن اشتر سے ڈر کر نہیں بلکہ مجھے اندیشہ یہ تھا کہیں تنگ جگہ میں ہوں ایسا نہو کہ مالک سے لڑائی بڑھاؤں اور پیچھے سے حضرت علیؓ پہنچ جائیں اور مجھکو گھیر لیں۔ اب میں فرات پر ہوں جہاں وسیع میدان اور دریا کے پانی پر میرا قبضہ ہے۔

معاویہ نے اس رائے کو پسند کر کے آفریں بھجوائی۔ حضرت علیؓ بھی آپہنچے تھے۔ مالک ابن اشتر نے عرض کی:۔

حضور لمبے سفر سے تشریف لائے ہیں آرام کی ضرورت ہے۔ مگر وقت کا تقاضا ہے کہ آسائش بالائے طاق رکھکر کھڑی سواری آگے بڑھیئے اور فرات پر قبضہ فرمالیجئے تاکہ لشکر پانی کی تکلیف نہ اُٹھائے۔ حضرت علیؓ نے اس رائے کو قبول نہ فرمایا اور معاویہ کے پاس پیام بھیجا کہ میں پانی کے واسطے لڑنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہم تم پانی کی اوچھی لڑائی کے لئے نہیں آئے ہیں۔ لہذا بہتر ہے کہ دریا دونوں لشکروں کے لئے آزاد رکھا جائے۔

معاویہ نے مشورہ لیا۔ ایک امیر بولا۔ علیؓ کو اور اسکے لشکر کو پیاسا مار ڈالنا چاہئے کہ لڑائی کے فن میں یہ جائز ہے۔

عمرو بن العاص نے اس رائے کی تردید میں کہا یہ تدبیر ہرگز مناسب نہیں ہے۔ پانی کو آزاد رکھنا چاہئے چنانچہ طے ہوگیا اور پانی کو دونوں فوجوں کے واسطے آزادی مل گئی۔

دوسرے دن حضرت علیؓ نے اتمام حجت کے لئے پھر ایلچی بھیجا اور معاویہ کو لڑائی سے باز رہنے کی نصیحت فرمائی۔

مگر جواب وہی ملا جسکی امید تھی یعنی لڑائی پر آمادگی۔

آخر حضرت علیؓ نے اپنے لشکر کے سات حصے کئے اور ہر حصے کو ایک ایک امیر کے سپرد کر دیا۔ معاویہ نے بھی اسی کی تقلید میں اپنی سپاہ کو سات حصوں میں تقسیم کر کے لڑائی کا نقشہ جمایا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ طرفین کا ایک ایک امیر آتا تھا اور قسمت آزما کر چلا جاتا تھا۔ شروع بقرعید کے مہینے سے لیکر ختم تک لڑائی رہی۔ ہزاروں آدمی مارے گئے۔ مگر فیصلہ نہ ہوا۔

محرم کا چاند نظر آیا تو اس کی حرمت کے سبب دونوں جماعتوں نے لڑائی بند کردی کیونکہ عرب کے لوگ اس مہینے کا بہت ادب کرتے تھے اور لڑائی اس میں جائز نہ سمجھتے تھے۔ محرم کا سارا مہینہ دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ محرم ختم ہوا تو حضرت علی رضؓ نے پھر پیام بھیجا اور مسلمانوں کی خونریزی بند کرنے کی خواہش کی ؂

حضرت علی رضؓ نے جن تین سفیروں کو بھیجا تھا ان میں سے ایک نے بڑی گرم تقریر کی اور معاویہ کو اپنی قوت اور حضرت علیؓ کے عالمگیر اثر اور اس عقیدتمندی کا حال سُنایا جو تمام اسلامی دنیا کو ان کے ساتھ تھی۔ اس پر معاویہ غضب آلود ہوکر بولے :۔ تو مجھ کو لڑائی سے کیا ڈراتا ہے۔ تجھکو خبر نہیں میں ابن حرب ہوں۔ اگر علیؓ کے ساتھ فوجیں ہیں اگر ان کی ایک جماعت ہے تو میرے پاس علی سے زیادہ لشکر ہے اور علیؓ سے بڑی جماعت ہے میں حضرت عثمان کا انتقام لینے آیا ہوں۔ اگر علیؓ کو انکار ہے کہ ان کا قتل عثمان میں کچھ دخل نہ تھا تو قاتلان عثمان کو انھوں نے پناہ کیوں دی ہے اور وہ سب ان کے ساتھ کیوں ہیں۔ علی سے کہو اگر صلح چاہتے ہیں تو قاتلان عثمان کو ہمیں دیں تاکہ ہم ان کو قتل کرکے قصاص پورا کردیں۔ اس کے بعد صلح ہوگی ؂

سفیر نے کہا حضرت عثمان کے قتل کرنے والوں میں تم لوگ حضرت عمار بن یاسرؓ کا نام بھی لیتے ہو بھلا ایسے جلیل القدر صحابی رسولؐ کو بیگناہ ہم کیسے دیدیں جنپر کچھ ثبوت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ تم نے ایک تصور کرلیا ہے ؂

معاویہ نے کہا حضرت عثمان کے مقابلہ میں عمار کی کیا ہستی ہے جو اسکا خیال کیا جائے سفارت حضرت علی کے پاس واپس آئی اور سارا حال بیان کیا۔ تھوڑی دیر میں معاویہ کے تین سفیر حضرت علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک بے باک شخص گستاخانہ لہجہ میں بولا:۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کی طرح مسلمانوں کو مشورہ عام کرنے کا اختیار دیجئے تاکہ ہم لوگ مل کر آپ کو یا معاویہ کو اپنا امیر انتخاب کرلیں ؂

حضرت علی رضؓ کو اس گفتگو سے جلال آگیا اور فرمایا:۔ تم معاویہ کی سفارت لائے ہو یا اپنی تجویز

پیش کرنے آئے ہو۔ خلافت کی اسوقت کیا بحث ہے۔ وہ تو قصہ طے ہو چکا۔ معاویہ کون ہوتے ہیں اور ان کو کیا حق ہے کہ مسلمانوں کی خلافت جیسے اہم اور بڑے رتبہ کی امید کریں ؛

اسلام میں معاویہ کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ رسول خدا صلعم کے نزدیک جن کی عزت تھی وہ وہ لوگ تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ جنھوں نے مکہ سے ہجرت کی۔ جنھوں نے آنحضرت کی مدد میں جان و مال سے حصہ لیا۔ ان تمام مہاجرین و انصار نے بالاتفاق میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور مجھکو تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا خلیفہ تسلیم کیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنکی شان میں خداتعالیٰ نے فرمایا ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے اور یہ رضامندی اُس کے لئے ہے جو پروردگار سے ڈرتا ہے۔

معاویہ کو ان مسلمانوں سے ذرا سا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ ان لوگوں میں ہیں جو مجبوراً دباؤ کے سبب مسلمان ہوئے وہ اس باپ کے فرزند ہیں جو زمانہ بھر میں نیچی طبیعت کے آدمی تھے جنکا نام ابو سفیان ہے۔ معاویہ اُس ماں کے بیٹے ہیں جو اسلام میں ''کلیجہ کھانے والی'' کے نام سے مشہور ہے ؛

جس نے رسول خدا صلعم کے چچا حضرت امیر حمزہ کا احد کی لڑائی میں کلیجہ کھا لیا تھا کیا ایسے شخص کو مسلمانوں اور دین اسلام کی خلافت مطلوب ہے۔ کیا ایسا آدمی پاک مذہب کی سرداری کی ہوس کر سکتا ہے؟ آج میں تم کو قرابتداری کا تعلق قائم کرنے پر متوجہ کرتا ہوں۔ آج میں تمھیں جماعت اسلام میں شریک ہونے کو بلاتا ہوں اور مخالفت سے باز رہنے کی نصیحت کرتا ہوں ؛

معاویہ کے سفیروں نے حضرت علیؓ کی یہ تقریر سن کر بیزاری اور برہمی کا اظہار کیا اور اٹھکر چلے گئے۔

اس وقت حضرت علیؓ نے یہ آیت پڑھی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ تم بہروں کو پیام نہیں سنا سکتے جبکہ وہ منہ پھیر کر اُلٹے چلے گئے ؛

محرم کا مہینہ ختم ہو رہا تھا جو یہ بات چیت پیش آئی اور جب صلح کی صورت پیدا نہ ہوئی تو حضرت علیؓ نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور معاویہ کی فوج کو پکارا۔

میں نے تم کو اتنے دن کی مہلت دی کہ گناہ سے باز آ کر حق بات اختیار کرلو مگر تم نے

شرمانا۔ لو اب لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اس پر دونوں طرف کی فوجوں میں تیاری ہونے لگی اور دوسرے دن پہلی صف کا مقابلہ شروع ہو گیا۔

حضرت علیؓ نے اپنی سپاہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تم لوگ حق کی حمایت کرتے ہو اور حریف باطل پر اڑا ہوا ہے۔ لہذا تم لڑائی میں پہل نہ کرنا۔ تم کو کوئی گالی دے تو جواب نہ دینا بہت باتیں نہ بنانا اور خدا کو زیادہ یاد کرنا اور جب تم پر حملہ ہو تو اس آیت پر عمل کرنا:۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ

جب کفار سے مقابلہ ہو تو خوب گردنیں کاٹو

لڑائی شروع ہوئی اور برابر سات دن ہوتی رہی۔ کیونکہ ایک ایک جماعت ایک ایک سردار کی ماتحتی میں جنگ کرتی تھی۔

ساتویں دن حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اس منتشر لڑائی میں بہت دیر لگے گی۔ کل سب کو مل کر حملہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ دوسرے روز جب دونوں فوجوں کی صفیں آراستہ ہوئیں تو حضرت علیؓ نے دونوں لشکروں کے درمیان میں کھڑے ہو کر یہ دعا بلند آواز سے مانگی:۔

اے آسمان کے خدا! جو ہماری بلند چھت ہے جس کو تو نے رات دن چاند سورج اور ستاروں کا گردش گاہ بنایا ہے۔ جو فرشتوں کا گھر ہے۔ اے سارے جہان کے خدا اور اے اس زمین کے مالک جس کو ہمارے قرار کے واسطے قرارگاہ بنایا ہے۔ اے پہاڑوں کے خدا جن کو زمین کا میر فرش بنایا ہے ہم کو ہمارے دشمنوں پر فتح دے اور اپنی امداد بھیج اور اگر تو نے ان کی فتح مقرر کی ہے تو ہم کو شہادت کا درجہ عنایت کر۔

اس دعا کے بعد ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو عذاب آخرت سے بچائے

مالک ابن اشتر نے پوچھا۔ اے مومنین کے آقا! وہ کونسی تجارت ہے؟ اس پر آپ نے

یہ آیت پڑھی :-

خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے اُن لوگوں کو جو قتال کرتے ہیں صفیں باندھ کر (اور ایسی صف بندی کرتے ہیں) گویا وہ دیواریں ہیں جن کی بنیادوں میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

اس دعا نے مسلمانوں کو جوش سے از خود رفتہ کر دیا۔ اور ہر شخص جان لینے اور جان دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے لڑائی کا یہ ہنر اپنی فوج کو تعلیم فرمایا

لڑائی کے نکتے

فرمایا اے مومنو! صفوں کو درست رکھو اور جوشن پوش سپاہ کو آگے کرو۔ جب حملہ آور ہو تو آنکھوں کو اونچا اور کھلا رکھو کہ یہ دلیری کا نشان ہے۔ دشمن پر تلوار مارو تو حربہ کے وقت پیروں کے پنجے کے بل کھڑے ہو جاؤ۔ اس سے زخم گہرا پڑے گا۔ اور دیکھو ہر ایک اپنے دوسرے بھائی کی مدد پر کمر بستہ رہے اور اپنے بچانے سے زیادہ دوسرے کی حفاظت کا خیال رکھے اگر ساری فوج بھاگ جائے تو تم اس کی پروانہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک یہ سمجھے کہ لڑائی کا دار و مدار خود میری ذات پر ہے سب بھاگ جائیں مگر میں نہ بھاگوں گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے موت اور لڑائی سے بھاگنا بے فائدہ ہے کیونکہ بھاگنے سے اجل ٹل نہیں سکتی ۔

اس دن خوب گھمسان رن پڑا۔ مگر فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن عمرو بن العاص نے حکم دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج پر ایک رخ سے زیادہ زور دیا جائے وہ بھاگ نکلینگے تو اوروں کے بھی قدم اکھڑ جائینگے۔ یہی ہوا کہ جب شامی فوج نے دائیں حصہ پر زور کا حملہ کیا تو حضرت علیؓ کی فوج بھاگ نکلی۔ حضرت علیؓ نے ہر چند آوازیں دیں مگر کوئی نہ رکا اسپر حضرت علیؓ نے فوج کے قلب اور بائیں حصہ کو اشارہ کیا کہ دائیں بازو کو سنبھالو مگر یہ دونوں چپ کھڑے رہے اور اپنی جگہ سے ہٹے تک نہیں۔ حضرت علیؓ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو آپ خود گھوڑے سے کود پڑے تلوار کھینچ لی اور فرمایا میں اکیلا لڑنے کو کافی ہوں ۔

تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہا اور تلوار لیکر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت علیؓ کی اس جرأت نے لشکر میں جان ڈالدی۔ سب سے پہلے حضرت امام حسن اور امام حسین اور ان کے بھائی محمد بن حنفیہ گھوڑوں سے کودے اور تلواریں سونت سونت کر اپنے باپ کے پہلو میں پہنچ گئے ان کے بعد سب سرداروں نے یہی کیا۔ اسوقت عجب عالم تھا۔ علیؓ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح صفیں کی صفیں چیرے ڈالتے تھے اور انکے لڑکوں نے شامیوں کے کشتوں کا انبار لگادیا تھا۔ خیال کرنا رسول خدا کے بھائی اور نواسوں کا اسوقت کیا حال ہوگا۔ سامنے شامیوں کے دل بادل لشکر تھے۔ ان کی تلواریں تھیں۔ برچھے تھے۔ چھریاں تھیں۔ خنجر تھے اور اِدھر یہ چند آدمی ان ہتھیاروں کی گھٹا میں چاند کی طرح چھپتے تھے اور نکل آتے تھے۔ حضرت علیؓ کا ہاتھ جسپر پڑتا تھا تو دو ٹکڑے کئے بغیر دم نہ لیتا تھا۔ حضرت حسنؓ و حسین کے گیسو ہوا میں فراٹے بھرتے تھے۔ کبھی دائیں طرف دیکھے جاتے کبھی بائیں جانب۔ دو بجلیاں تھیں جو کالے ابر کے دامنوں پر لوٹ رہی تھیں۔

حضرت امام حسنؓ نے باپ کو دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھ کر عرض کی:۔

ظل الٰہی! اگر فلاں موقع پر تشریف لے چلیں تو مناسب ہے۔ ادھر اپنی فوج زیادہ ہے یہاں آپ چاروں طرف سے گھر گئے ہیں۔

فرمایا جان پدر! تیرے باپ نے موت کو دیکھ لیا ہے اب اسکو اس کا کچھ خوف نہیں ہے میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو جان بچانے کو مُنہ چھپاتے ہیں۔

مالک ابن اشتر نے اپنے آقا کو اس عالم میں دیکھا تو انھوں نے زرہ بھی اتار کر پھینکدی اور شامی افواج کے قلب میں تلوار مارتے مارتے گھس گئے۔

حضرت علیؓ کی فوج تکبیریں کہتی تھی اور چاروں طرف سے سمٹ سمٹ کر شامی افواج کو پیچھے ڈالتی تھی۔ اب سب بھاگنے والے حضرت علی کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ چند منٹ میں کایا پلٹ گئی یا تو لشکر علیؓ کو شکست ہوگئی تھی اور یا سارا شامی لشکر بھاگنے لگا۔

مالک اشتر نے وہ داؤں کیا کہ بھاگنے والے معاویہ پر گر پڑتے تھے۔ معاویہ گھبرا گئے۔ اور گھوڑے پر سوار ہوکر انھوں نے بھی بھاگنا شروع کیا۔ معاویہ دیکھ رہے تھے کہ سب سے زیادہ مالک بن اشتر نے شامیوں کا ستیاناس کیا ہے۔ اس لئے انھوں نے بھی نہایت درد اور حسرت سے پکارا:۔

ارے تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو مالک کے ہاتھ سے مجھ کو بچائے۔ یہی حضرت عثمان کا اصلی قاتل ہے:

عبید اللہ ابن عمر شامی لشکر سے آگے بڑھے اور مالک پر حملہ کیا۔ علوی فوج نے بڑھ کر عبید اللہ ابن عمر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے:

حضرت عمار بن یاسر تلوار پر تلوار مارتے تھے اور فرماتے تھے اے خدا تو دیکھتا ہے کہ جس جگہ لڑنے کی فضیلت ہے میں وہیں لڑ رہا ہوں۔ حضرت عمارؓ بن یاسر کو پیاس لگی۔ پانی نہ تھا۔ لوگ ایک پیالہ دودھ کا لائے:

حضرت عمار نے فرمایا رسول خدا صلعم کا ارشاد سچا تھا کہ اے عمار! تجھکو باغی لوگ قتل کرینگے اور تیرا آخری کھانا دودھ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے میرا آخر وقت آگیا۔

یہ کہہ کر انھوں نے تنہا عمرو بن العاص پر حملہ کیا اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا:۔

تجھکو شرم نہیں آتی۔ دین کو دنیا کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ عمرو بن العاص نے افسروں کو اشارہ کیا۔ ان سب نے ملکر چاروں طرف سے حضرت عمارؓ کو گھیر لیا اور قتل کر ڈالا:

جبوقت حضرت عمارؓ قتل ہوئے تو ایک صاحب بولے مجھکو اسوقت بڑا قلق اور فکر ہے مجھے رسول خدا صلعم کی وہ حدیث یاد آئی جس میں آپنے فرمایا تھا کہ عمارؓ کو باغی قتل کریں گے۔ اور آج عمارؓ ہمارے ہاتھ سے قتل ہوئے:

امیر معاویہ نے کہا۔ ہم نے عمار کو قتل نہیں کیا۔ ان کے قاتل علیؓ ہیں جو عمار کو ہم پر چڑھا کر لائے تھے۔ ان صاحب نے فرمایا یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر اس طرح حضرت علیؓ

باغی ہوئے تو بدر، اُحد وغیرہ لڑائیوں میں جو مسلمان شہید ہوئے ہیں ان کا الزام آنحضرت صلعم پر عائد ہوگا۔ کیونکہ حضرت صلعم ان کو مقابلہ کے لئے لے گئے تھے۔ معاویہ یہ جواب سنکر چپ ہوگئے اور پھر ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔

حضرت علی رضہ کو حضرت عمارؓ کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حکم دیا کہ جھنڈا آگے بڑھاؤ اور معاویہ کے سامنے جاکر آواز دی۔ اے معاویہ! آ تو میرے سامنے آ۔ کیوں مسلمانوں کا خون بہاتا ہے۔ ہم تم لڑکر فیصلہ کرلیں۔

عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا۔ جائیے آپ کی طلب ہے۔ مردانگی تو یہ ہے کہ اس بلاوے کا خود جاکر جواب دو۔

معاویہ بولے۔ میں ہرگز علی رضہ کے سامنے نہ جاؤنگا۔ کوئی شخص ایسا نہیں سُنا جو علی رضہ کے مقابلہ میں جاکر زندہ رہا ہو۔ مغرب وعشا کی نمازیں پڑھ کر حضرت علی نے لڑائی پھر جاری کردی۔ تاریکی میں تیر چلتے تھے۔ برچھے چلتے تھے۔ اور زخمیوں کی چیخ پکار سے قیامت برپا ہورہی تھی۔ سر کٹتے تھے۔ ڈاڑھیاں نوچی جاتی تھیں۔ مکہ بازی ہوتی تھی۔ غرض کوئی حربہ باقی نہ تھا جس سے فریقین نے کام نہ لیا ہو۔

صبح کی نماز پڑھکر پھر لڑائی شروع ہوگئی اور دوپہر تک شامی افواج کا ستھراؤ ہوگیا۔

مالک بن اشتر شامی گردنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے چلے جاتے تھے۔

معاویہ تو پہلے ہی بھاگ نکلے تھے مگر افسروں نے ایک رات دن فوج کو پھر سنبھال لیا تھا۔ آج ظہر کی نماز کے بعد ان سب کی ہمتیں بھی پست ہوگئیں اور عام بھاگڑ پڑگئی۔ اس وقت عمرو ابن العاص سے معاویہ نے کہا۔ اب اور بھی کوئی تدبیر باقی ہے۔ ہمارا نام ونشان اسی میدان میں مٹنا مقدر تھا۔

عمرو بن العاص بولے۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ آخری حیلہ میرے پاس موجود ہے اور وہ ایسا ہے کہ ابھی بغیر لڑائی علی کو شکست دیدونگا۔ معاویہ نے کہا تو وہ پھر کس وقت کے لئے۔

اُٹھا رکھا ہے۔اب ہماری تباہی میں باقی کیا رہا۔عمرو بن العاص نے حکم دیا۔شامی افواج قرآن شریف نیزوں میں باندھ کر بلند کریں۔فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

حضرت علیؓ کی فوج نے جو خدا کا کلام سامنے دیکھا تلواریں میان میں ڈال لیں۔سر جھکا دیے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا۔لو لڑائی تو ہو چکی اب مکر شروع ہوا۔حضرت علیؓ بولے تلوار کے خوف سے یہ فریب کیا گیا ہے تم کچھ پروا نہ کرو۔بس تھوڑی دیر میں ہم ان سب کا خاتمہ کئے دیتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی فوج نے کہا:۔ہم کو خدا کی کتاب کا واسطہ دیا جاتا ہے کیسے ممکن ہے کہ ہم کلام خدا سے پھر جائیں اور اس کی پناہ لینے والوں پر تلوار اُٹھائیں۔

اے علی! اگر تم نے ہمکو قرآن پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو پہلے ہم تمہارا خون حلال سمجھینگے۔ ہم نے حضرت عثمان کو اسی واسطے قتل کیا کہ وہ کلام الٰہی کے خلاف عمل کرنے لگے تھے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا تم فریب میں نہ آؤ لڑنا بہتر ہے آیندہ تمھیں اختیار ہے۔

لوگوں نے کہا۔ہم ہرگز نہ لڑینگے۔خدا کی کتاب پر ہم قربان ہوں۔ہمارے سر اُسکے آگے جھک چکے۔آپ مالک ابن اشتر کو واپس بلائیے ورنہ پھر آپ کی خیر نہیں۔حضرت علی نے مالک کو واپس بلایا تو اُنھوں نے کہا:۔

یہ کونسا موقع واپسی کا ہے۔گردنیں سب کٹ چکیں چند لستے رہ گئے ہیں ان کو بھی صاف کئے دیتا ہوں۔

حضرت علیؓ نے حکم بھیجا کہ یہ لوگ مجھکو ہلاک کر دینگے تب واپس آؤ گے۔

یہ سنکر مالک واپس آگئے اور اہل عراق سے کہا۔خدا کی قسم تم بڑے احمق ہو۔اب دیکھ لینا تم کو عراق دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔عراقی مالک کی تقریر سے بھڑک گئے اور تلواریں سونت لیں۔ چاہتے تھے کہ اس صف شکن کا کام تمام کر دیں کہ حضرت علیؓ بیچ میں آگئے اور فرمایا:۔تم دشمن کو نہیں مارتے تو اپنے سب سے بڑے دوست کو تو قتل نہ کرو۔جب غریب مالک کی جان بچی

اب پوچھا گیا کہ شامی کیا چاہتے ہیں؟ جواب آیا صلح کے طلبگار ہیں۔ دو ثالث مقرر ہونے چاہئیں۔ ہم عمرو بن العاص کو مقرر کرتے ہیں تم کسی اور کو بنا لو۔ یہ دونوں ثالث جو فیصلہ کر دیں۔ دونوں جماعتوں کو تسلیم کرنا ہوگا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ہمارے ثالث عبداللہ ابن عباسؓ ہیں۔ شامیوں نے کہا اُن میں اور علی میں کیا فرق ہے۔ ان کے سوا کسی اور کو مقرر کر لو۔

حضرت علی نے فرمایا۔ اچھا مالک ابن اشتر کو ثالث بناتا ہوں۔ شامیوں نے اسپر بھی اعتراض کیا اور کہا:۔ مالک ہی تو حضرت عثمان کے قاتل ہیں ہم انکی ثالثی قبول نہیں کر سکتے۔

اسپر لوگوں نے حضرت ابی موسیٰ اشعری کو پیش کیا۔ شامیوں نے فوراً منظور کر لیا۔ مگر حضرت علیؓ نے اسکو پسند نہ فرمایا۔ تاہم اپنی جماعت کی رائے دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

صلحنامہ لکھا گیا۔ کاتب نے لکھا یہ صلحنامہ ہے امیر المؤمنین علی رضا اور معاویہ امیر شام کے درمیان۔

اسپر عمرو بن العاص نے اعتراض کیا کہ علی رضا کو ہم امیر المؤمنین تسلیم نہیں کرتے۔ امیر عراق لکھو۔ کاتب نے کہا میں علی جیسے شخص کا نام کاٹ نہیں سکتا۔ اسپر حضرت علی بولے یہ واقعہ بالکل ویسا ہے جیسا کفار مکہ کے صلحنامہ کے وقت پیش آیا تھا۔ میں نے آنحضرت صلعم کا نام محمد رسول اللہ لکھا تو کفار نے کہا ہم ان کو رسول تسلیم نہیں کرتے۔ اسپر آنحضرت صلعم نے مجھکو حکم دیا کہ لفظ رسول اللہ کاٹ دو۔ میں نے عرض کیا مجھ سے آپکا نام مٹایا نہ جائیگا تو حضرت نے خود وہ جگہ کاٹ دی تھی۔

عمرو بن العاص نے کہا۔ اے علی! اتنی بڑی گستاخی نہ کرو۔ اور اپنی ذات کو آنحضرت صلعم سے تشبیہ نہ دو۔

آخر صلحنامہ اس طرح لکھا گیا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ ابن ابو سفیان صلح کرتے ہیں۔ اسپر کہ ان کے مقرر کردہ دونوں ثالث آٹھ ماہ کے غور و خوض کے بعد اور جمہور مسلمانوں سے

مشورہ لیکر جو فیصلہ کرینگے ان دونوں کو منظور ہوگا۔

اس صلحنامہ کے سبب دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر واپس چلے گئے۔ اور اس طرح اس خونخوار لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ جس میں شامیوں کی تعداد ۸۰ ہزار اور عراقیوں کی گنتی ۵۰ ہزار تھی۔ اور جس میں ۴۰ ہزار آدمی مارے گئے۔

ثالثوں کا فیصلہ

آٹھ مہینے کے بعد بمقام دومۃ الجندل دونوں ثالث اور ہر فریق کے چار سو آدمی جمع ہوئے پہلے خلوت میں ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص کا مشورہ ہوا اور دونوں نے قرار دیا کہ معاویہ اور علی کو معزول کر کے کسی تیسرے کو خلیفہ بنا لینا چاہئے۔ ابو موسیٰ نے اسکو پسند کیا۔ لیکن جب عام جلسہ میں تقریر کا موقع آیا تو عمرو بن العاص نے کہا میری مجال نہیں ہے کہ ابو موسیٰ جیسے لائق آدمی سے پہلے تقریر کروں۔ اول ابو موسیٰ کو بولنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس نے ابو موسیٰ کے کان میں کہا۔ عمرو بن العاص کے فریب میں نہ آنا۔ پہلے یہ تقریر کرلیں اُسکے بعد تم بولنا۔ مگر ابو موسیٰ نے کہا نہیں۔ میرا ان کا گھر میں مشورہ ہوگیا ہے۔ اور پھر کھڑے ہو کر بحیثیت ثالث یہ تقریر کی:-

میں نے علی اور معاویہ دونوں کو خلافت سے معزول کیا۔ مسلمان اب کسی تیسرے کو منتخب کرلیں۔

ابو موسیٰ منبر سے نیچے اُتر آئے تو عمرو بن العاص منبر پر آئے اور کہا میں نے بھی علی کو معزول کیا اور انکی جگہ معاویہ کو قائم کیا کہ وہی اصل حقدار خلافت ہیں۔

یہ سنتے ہی ابو موسیٰ جھلا گئے اور عمرو بن العاص کو بُرا بھلا کہنے لگے کہ تو نے خلوت میں مجھ سے کیا اقرار کیا تھا۔ اور عام مجمع میں اسکے سراسر خلاف کہتا ہے۔ بڑا مکار ہے۔

عمرو بن العاص نے اسکا جواب نہ دیا اور سب شامیوں کو لیکر چپ چاپ دمشق چلے گئے

اور وہاں جاکر معاویہ کو خلافت کی مبارکباد دی۔ ادھر حضرت علیؓ کے آدمی بھی واپس آگئے۔ فیصلہ کچھ بھی نہوا۔ اور عداوت جوں کی توں برقرار رہی ؀

خارجیوں کا خروج

کوفہ میں بعض لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہاکہ معاویہ نے ہم سے دغابازی کی۔ آپ معاویہ سے پھر لڑیئے۔ ہم آپکے ساتھ لڑنے کو تیار ہیں ؀

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں نے توصفین کے دن تم سے کہدیا تھا کہ فریب سے قرآن شریف بلند ہوئے ہیں پروا نہ کرو۔ اور لڑو۔ تم نہ مانے۔ میں چپ ہوگیا۔ اب جبکہ میں عہد کرچکا ہوں معاویہ سے لڑنا خلاف ہے۔ اپنے وعدہ اور عہد کو نہیں توڑ سکتا ؀

حضرت علی کی تقریر سنکر یہ لوگ خود حضرت سے باغی ہوگئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ جو شخص خدا کے حکم کی بموجب حکمرانی نہ کرے۔ وہ کافر ہے۔ حضرت علی دغاباز معاویہ کو سزا نہیں دیتے اسواسطے وہ کافر ہیں اوران کو قتل کرنا چاہیئے۔ اس خیال کے کئی ہزار آدمی تھے۔ یہ سب کے سب چھپکر نہروان چلے گئے۔ حضرت علی نے ان کو لکھاکہ اچھا چلو میں معاویہ سے لڑنے چلتا ہوں انھوں نے جواب دیا۔ جب تک آپ توبہ نہ کریں گے ہم مدد نہیں کرسکتے۔ کیونکہ ہمارے عقیدے میں تو آپ کافر ہوچکے ؀

حضرت علی کو یہ خبر ملی کہ خارجی ارادہ رکھتے ہیں کہ جب علیؓ معاویہ سے لڑنے شام میں جائیں تو ہم کوفہ کو جاکر لوٹ لیں۔ اس معتبر خبر سے حضرت علیؓ نے پہلے ان خارجیوں کی سرکوبی ضروری سمجھی۔ چنانچہ نہروان تشریف لے گئے اوران میں سے جس نے توبہ کرکے اطاعت کی اُسکو چھوڑ دیا۔ باقی سب کو گھیر کر قتل کر ڈالا ؀

یہاں تو حضرت علی رضہ کو خانگی مشکلات کا مقابلہ درپیش تھا وہاں معاویہ حکمت عملی چل رہے تھے اور حضرت کے گورنروں کو چپکے چپکے ایک ایک کرکے اندر ہی اندر توڑ رہے تھے ؀

مصر میں حضرت علیؓ نے محمد ابن ابی بکر کو گورنر بنا کر بھیجا۔ وہاں ان کے خلاف معاویہ ابن خدیج نے بغاوت کردی۔ یہ معاویہ کنانہ کا باپ تھا اور کنانہ کو تم جانتے ہو جس نے حضرت عثمانؓ کے چھری ماری تھی اور شہید کیا تھا۔ قاتل حضرت عثمان کا خود اسی معاویہ کا بیٹا تھا مگر معاویہ نے انتقام چاہا۔ گورنر مصر محمد ابن ابی بکر سے۔ معاویہ اول کو شام میں خبر ہوئی باغ باغ ہو گئے اور عمرو بن العاص کو اپنے ہمنام کی کمک پر بھیجا۔ ان دونوں نے مل کر محمد ابن ابی بکر کو شکست دی۔ معاویہ بن خدیج نے پہلے اپنے بیٹے کنانہ کو ہلاک کیا اور پھر حضرت محمد ابن ابی بکر کو نہایت بے وردی سے مار ڈالا۔ اور مصر پر معاویہ کے گورنر عمرو ابن العاص کا قبضہ ہو گیا۔

اسی جنگ مصر کے زمانہ میں حضرت علیؓ نے مالک اشتر کو محمد ابن ابی بکر کی امداد کے لئے بھیجا تھا مگر معاویہ ابن ابو سفیان نے راستہ میں اپنے ایک دوست گاؤں والے کو خفیہ پیام بھجوا کر مالک کو زہر دلوا دیا جس کے سبب مالک مصر نہ پہنچ سکے اور راستہ ہی میں شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ کو مالک کی شہادت معلوم ہوئی تو آپکو بہت صدمہ ہوا مگر تقدیر کے سامنے کیا کر سکتے تھے۔ القصہ معاویہ نے شام میں بیٹھکر حضرت علیؓ کو کبھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ روز کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کراتے رہے یہاں تک کہ حضرت علیؓ ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔

اہل کوفہ نے بھی حضرت علیؓ کی قدر نہ کی۔ جن کے پاس وہ اپنا گھر چھوڑ کر آتے تھے اور کوفہ کو گھر بنایا تھا۔ بصرہ اور کوفہ والے عین وقت پر حضرت علی کی امداد سے انکار کر دیتے تھے۔ اصل میں کوفی لوگ تلوار کے یار تھے۔ اگر حضرت علی تلوار کے زور سے اُن کو دبا کر رکھتے تو ان کی شرارت مٹ جاتی مگر وہ بہت رحم دل اور نرم مزاج کے آدمی تھے۔ نہ سختی کرتے تھے نہ مکر و فریب جائز سمجھتے تھے۔ اس واسطے ان کی خلافت کا سارا زمانہ جھگڑوں اور فسادوں میں گذر گیا ان کو معاویہ کی سرکوبی کا موقعہ ہی نہ ملا ورنہ بنی اُمیّہ کا خاتمہ ہو جاتا اور

کربلا کا واقعہ پیش نہ آتا۔ مگر یہ کیسے ممکن تھا۔ قدرت کو تو کچھ اور تماشے دکھانے منظور تھے۔

اگر سوچو اور غور کرو

اور شیعہ سنی کا تعصب چھوڑ دو۔ یعنی اگر تم شیعہ ہو تو اپنے عقیدہ کی رعایت نہ کرو۔ اگر تم سنی ہو تو بھی اپنے عقائد کو اس غور میں دخل نہ دو تو تم کو ان تمام حالات کا حاصل مطلب و نتیجہ نکالنے میں بہت آسانی ہو۔ اور شیعہ سنی سے الگ ایک آسان عقیدہ اور رائے تمھاری قائم ہو جائے۔ مگر میں غور کرنے کا طریقہ بتانے سے پہلے تم کو شیعہ اور سنی کے اصولی جھگڑے سنائے دیتا ہوں۔

شیعہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافتیں ناجائز اور غصب کی تھیں کیونکہ حقدار حضرت علیؑ تھے۔ ان لوگوں نے مکر و تدبیر سے یہ حق غصب کر لیا تھا۔ اس واسطے شیعہ ان تینوں اصحاب کو برا کہتے ہیں۔

سنی وہی جواب دیتے ہیں جو اوپر شروع میں میں نے لکھے ہیں اور وہ چاروں اصحاب کی سلسلہ وار درجہ بدرجہ عزت کرتے ہیں یہانتک کہ بنی امیہ کی خطاؤں اور علانیہ فتنہ پردازی کی نسبت بھی وہ چپ رہنا چاہتے ہیں۔ بلکہ بعض متعصب سنی تو شیعوں کو جلانے کے لئے بنی ہاشم کی کمزوریاں بیان کرتے ہیں اور حضرت علی پر نکتہ چینی کر کے ان کے دشمنوں کی حکمت عملی و تدبیروں کی تعریف کرتے ہیں اور اس میں محض شیعہ فرقہ کا چھیڑنا مقصود ہوتا ہے ورنہ وہ سنی باعتبار اپنے اصولی عقائد کے ہر خلیفہ کی تعظیم کے لئے مجبور کئے گئے ہیں۔

ادھر شیعوں کا رونا پیٹنا۔ تبرا کرنا۔ اور سب سے بڑھ کر تقیہ بالکل خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ماتم کے جو طریقے آج کل شیعوں میں رائج ہیں وہ تعلیم اسلام کے موافق نہیں ہیں۔ اسی طرح تبرا یعنی تینوں اصحاب اور دشمنان اہل بیت پر لعنت بھیجنا بھی بہت سخت ہے۔ خصوصاً تین خلفا کو برا کہنا تو سراسر بے انصافی ہے۔

اور تقیہ تو قطعاً کچھ اصلیت نہیں رکھتا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ اور ان کے بعد کے اماموں نے دشمنوں کے ڈر سے اپنے عقائد کو مخفی رکھا اس کا نام انھوں نے تقیہ رکھا ہے۔

جسپر وہ خود بھی عمل کرتے ہیں ٭

میرے خیال میں بنی ہاشم اور اولاد فاطمہ رض کی اس سے بڑھ کر کوئی توہین نہیں ہو سکتی کہ ان کو منافق اور مکّار کہا جائے کیونکہ تقیہ کا عمل منافقت و مکر کے عمل سے بالکل مشابہ ہے ٭

اوپر جس قدر حالات میں نے لکھے ہیں سب تاریخی اور حدیث کی صحیح کتابوں سے نکالے ہیں ان میں تم نے خیال کیا ہوگا کہ مکّاری اور منافقت بنی ہاشم۔ حضرت علی اور آن کے کسی ہمراہی کے عمل میں نہیں آئی۔ قدم قدم پر ان کے دشمن فریب کرتے تھے اور یہ سیدھے سچے مسلمانوں کی طرح اپنے عمل کا رستہ چلتے تھے۔ تقیہ کا الزام اگر حریفان بنی فاطمہ پر لگایا جائے تو جائز ہوگا نہ کہ خود بنی فاطمہ رض کو خود اُن کے عاشق ایسا تصور کریں ٭

یہ جھگڑے بیان کر کے اب میں تم کو ان حالات پر غور کرنے کا طریقہ بتاتا ہوں جن کو میں نے اوپر لکھا ہے ٭

تمھارے ذہن میں خود بخود یہ بات تو پیدا ہو گئی ہو گی کہ حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کے زمانہ میں آپس کا کچھ جھگڑا نہیں ہوا۔ حضرت عثمان رض کے آخری زمانہ سے خرابیاں شروع ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد پھر مسلمانوں میں تلوار برابر چلنی شروع ہو گئی جو آج تک چل رہی ہے اور قیامت تک چلتی رہے گی ٭

حضرت علی رض کے زمانہ میں مسلمانوں کے چار فرقے ہو گئے تھے۔ ایک حضرت علی رض کا پکّا طرفدار تھا۔ ایک اُن کا پکّا دشمن تھا۔ ایک ایسا نیا نیا نکلا تھا جسکو حضرت علی رض اور اُن کے دشمنوں سے یکساں عداوت تھی۔ وہ کہتا تھا ان لوگوں نے حکومت کے لئے مسلمانوں میں خونریزی کرائی۔ اس فرقہ کا نام خارجی ہوا۔ چوتھا فرقہ وہ تھا جو سب سے الگ تھا۔ عقیدہ میں وہ اسلامی احکام کا پابند تھا۔ حضرت علی رض اور تمام خلفاء کی درجہ بدرجہ تعظیم کرتا تھا۔ مگر عملاً کسی فریق کا ساتھ نہ دیتا تھا۔ نہ خارجیوں کی طرح تلوار لے کر ان دونوں کے جھگڑوں کو مٹانے کا دعوے دار

تھا۔ نہ دل سے یا زبان سے کسی کو بُرا کہتا تھا۔ اِس کو اپنے عمل سے غرض تھی اور وہ چپ چاپ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عملدرآمد کر رہا تھا۔

میری رائے ہے کہ سُنّی فقرا اور درویش اس آخری گروہ کے پیرو ہیں کہ وہ ابتک اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور ان جھگڑوں میں دخل نہیں دیتے۔

اور سُنّی مولویوں نے ایک پانچواں فرقہ آج کل اور نکالا ہے یعنی میں نے اوپر جن چار کا ذکر کیا اُن سے الگ موجودہ سُنّی علمار کا طرز عمل ہے۔ وہ شیعوں کی مخالفت کے سبب حضرت علیؓ اور بی بی فاطمہؓ کی نسبت ایسی تحریریں لکھتے اور ایسی تقریریں کرتے ہیں جن سے دلوں میں اُن کی سُبکی پیدا ہوتی ہے۔

تم کو سمجھنا چاہیئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت علیؓ میں کچھ جھگڑا نہ تھا اور یہ تینوں آپس میں محبت رکھتے تھے۔ قدرتاً حضرت علیؓ کو خیال تھا کہ رسولؐ کے بعد اُن کا جانشین میں بنایا جاؤنگا۔ مگر جب مصلحت وقت کے تقاضے سے حضرت ابو بکر صدیق پر مسلمانوں کا اتفاق ہوگیا تو حضرت علیؓ نے خوشی خوشی انکی خلافت کو تسلیم کرلیا تسلیم ہی نہیں کیا۔ ان کی مدد کی۔ اور ساری خلافت کے زمانہ میں سب سے زیادہ جس شخص نے خلافت کے کاموں میں حصہ لیا۔ وہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ تھے۔

یہی کیفیت حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہوئی کہ ان کے سب سے بڑے مشیر اور مددگار حضرت علیؓ رہے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ جو فتنے آپ کے وقت ہوئے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے صلاح کار ہم تھے جسکے سبب اُن کی خلافت کامیاب ہوئی اور ہمارے صلاح کار تم ہو کہ اچھے مشورے کی لیاقت نہیں رکھتے۔

اس مثال سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضؓ دونوں صحابہؓ کے دلی دوست و مددگار رہتے تھے لہٰذا یہاں تو کسی کو زبان کھولنے کا حق ہی نہیں ہے۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے وقت عمرو بن العاص نے حضرت علی رضؓ کو دہوکہ دیا۔ ورنہ یقیناً حضرت علی رضؓ کو خلافت ملتی۔ علی رضؓ نے ساری خلافتِ عثمانؓ میں ان کا ساتھ دیا۔ جیسا کہ خود حضرت علی رضؓ نے مختلف تقریروں میں اسکو بیان کیا ہے۔

حضرت عثمان رضؓ نے بنو اُمیہ کو جو کچھ فروغ دیا اور اپنے رشتہ داروں کی جسقدر پاسداری کی اس سے انپر الزام نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ یہ حضرت عثمان رضؓ کی اجتہادی غلطی تھی۔ اسلام کا حکم ہے کہ اپنے قرابت داروں سے سلوک و احسان کرو۔ انھوں نے اسپر عمل کیا۔ مگر اپنی ناتوانی اور بڑھاپے کے سبب اپنے خاندان والوں کی چالاکیوں کو سمجھ نہ سکے۔ مروان ابن الحکم اور عبداللہ بن سعد بن سرح اور معاویہ ابن ابو سفیان نے ان کو کھلونا بنا رکھا تھا۔ اور حضرت عثمان رضؓ بدنیتی سے نہیں بلکہ ان لوگوں کو ہمدردِ اسلام اور خیر خواہِ خلافت سمجھ کر اُنکی پاسداری کرتے تھے۔ اور یہی ان کی شہادت کا سبب ہوگیا۔ پس غور کرنے سے فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت عثمانؓ قابلِ الزام نہ تھے۔ سارا قصور بنی اُمیہ کا تھا۔

عمرو بن العاص

بغیر سوچے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عثمان رضؓ کی شروع خلافت سے لے کر قتلِ عثمانؓ جنگ جمل۔ جنگِ صفین۔ فیصلہ صفین اور آخر تک ہر بڑے چھوٹے فساد کی بنیاد میں عمرو ابن العاص کا ہاتھ ضرور تھا۔

شیعوں خارجیوں سُنیوں نے شاید اس طرف کم توجہ کی ہوگی۔ اور یہ عمرو بن العاص کی خوش قسمتی ہے جو مرنے کے بعد بھی وہ بدنامی سے محفوظ رہے۔ بدنام دوسرے ہوگئے اور کام انھوں نے کیا۔

حضرت علی رضؓ کو دھوکہ دے کر خلافت حضرت عثمان رضؓ کو انھوں نے دلوائی۔ اور پھر سب سے پہلے مخالفتِ عثمان رضؓ پر یہی آمادہ ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کی بہن کو طلاق دی اور مسجد میں سخت کلامی کا افتتاح بھی انہی عمرو بن العاص نے حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ کیا۔ یہی عمرو بن العاص تھے جنھوں نے لوگوں کو علانیہ جوش دلاکر حضرت عثمانؓ کے مار ڈالنے کی ترغیب دی اور پھر یہی عمرو بن العاص تھے جو معاویہ کے وزیر بنکر حضرت علیؓ سے خونِ عثمانؓ کا انتقام لینے آئے ۔

صفین میں قرآن شریف اٹھانا انہی کا کام تھا۔ جہاں سے خارجہ فرقہ کی ابتدا ہوئی۔ اور فیصلۂ خلافت میں ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو دھوکہ دینے والے بھی یہی تھے ۔

گو معاویہ کا نام برحق بدنام ہے مگر سارے توڑ جوڑ اور کارستانیاں ان حضرت عمرو ابن العاص کی تھیں۔ وہ خبر نہیں کس غضب کا دماغ لے کر آئے تھے۔ میں نے ان کے افعال زندگی کو گنوا دیا۔ اس کے آگے میں کچھ رائے نہیں دونگا۔ کیونکہ ان کے قوم اور دین پر احسانات بھی ہیں بمصر انہی عمرو بن العاص نے فتح کیا تھا۔ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ان کے آگے ان کا عمل آئیگا اور ہمارے آگے ہمارے عمل۔ تاہم یہ بات ضروری معلوم ہوگئی کہ چاروں خلفاء اور نامور صحابہ ان تمام جھگڑوں میں سراسر بے خطا تھے۔ بنی اُمیہ اور عمرو بن العاص جیسے چند آدمیوں کی یہ آگ لگائی ہوئی ہے جو آجتک نہیں بجھی اور نہ قیامت تک اسکے بجھنے کی امید ہے۔ لہذا ہم کو یہ حالات سنکر اور معلوم کر کے سمجھنا چاہئے کہ جھگڑا سارا بنی امیہ کا تھا۔ اصحاب رسولؐ اور چاروں خلفاء بقصور تھے۔ اول سے لیکر آخر تک بنی اُمیہ ہی ہر خرابی کا باعث ہوئے ہیں۔ اب امیر معاویہ کے اور حالات سنو۔ جن سے واقعہ کربلا کی بنیاد تم کو معلوم ہو جائے گی ۔

صفین کا معرکہ ہو چکا۔ حضرت علی رضؓ کوفہ میں آکر رہنے لگے اور معاویہ دمشق میں۔ تو معاویہ کو اپنے بعد کا فکر ہوا کہ شام کی حکومت اور تمام اسلامی دنیا کی سلطنت کسی طرح میرے خاندان میں آجائے ۔

معاویہ کو دوسرے کا دل مسخر کرنے کا بڑا ملکہ تھا اور وہ اسی وجہ سے اپنے بڑے

درجہ تک پہنچ گئے تھے۔ حد ہے کہ عمرو بن العاص جیسے شخص جن کی خصلت اور بدلنے والی طبیعت کا سمجھنا تک دشوار تھا معاویہ کے تابعدار ہو گئے تھے۔ اسی طرح عرب کے تمام لائق اور سیاسی آدمیوں کو معاویہ نے اپنے گرد جمع کر لیا تھا۔

حضرت علی رض کھرے خدا پرست تھے۔ وہ توڑ جوڑ اور دلداری دین کے معاملہ میں بالکل نہ کرتے تھے۔ اور دین کیا دنیاوی کاموں میں بھی انھوں نے ہمیشہ سچ کا ساتھ دیا۔ اور کسی شخص میں ذرا بھی کمزوری حق کے خلاف پائی تو اس سے باز پرس فرمائی۔

مالک ابن اشتر کیسے کام کے آدمی تھے اور انھوں نے کیسے کیسے معرکے کے کارنامے دکھائے مگر حضرت علی رض نے اس سبب سے کہ مالک کا بھی واقعۂ عثمان رض میں دخل تھا ان کو فروغ نہ دیا۔ بلکہ جنگ جمل میں تو اپنی فوج سے علیحدہ کر دیا اور بصرہ کی گورنری دینے کا وقت آیا تو مالک کے اصرار و خواہش کے باوجود گورنری مالک کو نہ دی۔

ادھر معاویہ عمرو بن العاص کی تمام حرکات سے واقف تھے۔ ان کو معلوم تھا حضرت عثمان رض کا قتل دراصل عمرو بن العاص کی علانیہ ترغیب سے ہوا ہے مگر یہ دیکھ کر کہ عمرو کام کا آدمی ہے۔ انھوں نے ان کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اور خاطر داری میں حد کر دی۔ معاویہ جانتے تھے کہ حضرت علی رض کے سامنے ان کا فروغ محال ہے۔ لیکن جب حضرت علی رض ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے اور حضرت امام حسن رض نے خود حکومت معاویہ کو دیدی تو معاویہ کے حوصلے بڑھے اور ان کو اپنی خودمختارانہ اور بلاشرکت غیر بادشاہت کا خیال پیدا ہوا۔ مگر ان کی عمر بڑی تھی۔ جانتے تھے کہ زندگی ختم ہونیوالی ہے اس واسطے انھوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں سے خلیفہ منتخب کرنے کا قاعدہ اٹھ جائے۔ اور خلافت باپ کے بعد بیٹے کو ملا کرے۔

عرب کی آزاد طبیعتوں کو یہ منوانا آسان نہ تھا۔ اس واسطے معاویہ کو اس ارادہ میں بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آخر ان کو کامیابی ہوئی۔

حکومتِ اسلام کی پہلی بدعت

اسلام کی حکومت میں جس شخص نے عام رائے کے خلاف سب سے پہلے نئی بدعت جاری کی وہ امیر معاویہ تھے۔ انھوں نے اس اچھے دستور کو بند کر دیا کہ مسلمان خود اپنے حاکم کو منتخب کریں۔ اور اپنے بیٹے یزید کے واسطے بادشاہت کی کوشش اس انداز سے کی کہ مسلمانوں میں اسکے بعد انتخاب کرنے کا دستور ختم ہوگیا اور حکومت اولاد کو بطور ورثہ کے ملنے لگی۔

چنانچہ انھوں نے اپنی زندگی میں یزید کے واسطے بیعت لینے کا ارادہ کیا تو زیاد ابن ابوسفیان نے مخالفت کی اور کہا کہ یزید ہر وقت لہو و لعب اور سیر و شکار میں مصروف رہتا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اسکے واسطے مسلمانوں کی بیعت لی جائے۔

زیاد اُس مشہور بیٹے کا باپ تھا جسکا نام عبید اللہ ابن زیاد تھا۔ اور جس کے حکم سے حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے۔ یہ زیاد معاویہ کے باپ ابوسفیان کا بیٹا تھا۔ دوسری بیوی سے معاویہ نے زیاد کی تقریر سنکر کہا۔ یزید بیشک آج کل خرافات میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن بوجھ پڑے گا تو خود درست ہو جائے گا۔

تمام اسلامی ملکوں کے مسلمانوں نے معاویہ کی زندگی میں یزید کی بیعت کر لی مگر چار آدمیوں نے تامل کیا۔ ایک حضرت امام حسین ابن علیؓ نے۔ دوسرے حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ نے تیسرے عبد اللہ ابن عمرؓ نے۔ چوتھے عبد الرحمن ابن ابی بکرؓ نے۔ معاویہ کو ان چاروں کا بڑا فکر ہوا۔ اسلئے عمرہ کرنے کے بہانے سے مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور راستہ میں مدینہ کی بھی حاضری دی وہاں ان چاروں کو الگ الگ بلا کر یزید کی بیعت کے واسطے کہا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا اگر عبد اللہ ابن عمرؓ اور عبد اللہ ابن زبیرؓ اور عبد الرحمن ابن ابی بکر بیعت کر لینگے تو میں بھی کر لونگا یہی جواب ان تینوں نے دیا۔ گویا ہر ایک نے دوسرے پر منحصر رکھا۔ معاویہ سمجھ گئے کہ یہ چاروں ہرگز بیعت نہ کرینگے اسواسطے وہ خاموش ہو کر واپس چلے گئے۔

مُعاویہ کی موت

آخر وہ وقت بھی آگیا۔ جسکا کھٹکا معاویہ کو مدت سے لگا ہوا تھا اور جو ہر برکسار ادہ والے کو مایوس کیا کرتا ہے۔ یعنی موت کا زمانہ۔ انھوں نے یزید کو بلایا اور کہا:۔

بٹیا! جب تجھ کو خلافت ملے تو خدا اور رسول کے حکم اور سیرت حضرت ابو بکرؓ کے موافق حکومت کیجیو

یزید نے جواب دیا۔ نہیں قرآن اور حکمِ رسولؐ کے موافق حکومت کرونگا۔ سیرتِ ابو بکرؓ سے مجھے کچھ سروکار نہیں۔ معاویہ نے کہا اچھا سیرتِ عمر فاروق رضؓ اور سیرتِ عثمانؓ غنی پر عمل کرنا بولا۔ ہرگز نہیں۔ فقط کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کافی ہے۔

معاویہ نے آہ سرد کھینچی اور کہا۔ میں تجھ کو دنیا کا شہنشاہ بناتا ہوں مگر مجھے نظر آتا ہے کہ تو میری امیدوں کے خلاف کریگا۔ خیر تیری مرضی۔ دیکھ چار آدمیوں نے تیری بیعت نہیں کی ہے۔ اُن میں حسین ابن علیؓ سے یقیناً تیری لڑائی ہوگی۔ لڑائی ہو تو ان کو جان سے نہ ماریو کہ ہماری اُن کی قرابت ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ عبد اللہ ابن زبیرؓ سے بھی تیری جنگ ہوگی۔ اُسپر قابو چڑھے تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیو کہ وہ بڑا مکّار ہے۔

یزید وصیّت سُنکر شکار کو چلا گیا۔ اور پیچھے معاویہ مر گئے۔ باپ کی موت کے وقت بیٹا موجود نہ تھا وہ باپ جس نے ساری عمر اولاد کی خاطر دوسروں کے صبر سمیٹے اور کلیجوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر سلطنت قائم کی۔ مرتے وقت اس کے بیٹے نے پانی کا قطرہ تک اُسکے حلق میں نہ ٹپکایا۔ اور یہ دنیا کا بہترین پولٹیشن مایوس جان لیکر دنیا سے اکیلا چلا گیا۔ مرنے کے وقت معاویہ کی عمر نوے برس کی تھی۔ ایک روایت میں ۷۷ سال آئے ہیں۔

انھوں نے اپنی زندگی میں کسی کو گالی نہیں دی۔ بہت نرم دل تھے۔ زور اور سختی کی حکومت کو ناپسند کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ نرمی کی حکمرانی میں بڑا مزا ہے اور جیسی تابعداری دلجوئی کرنے سے ہوتی ہے۔ جبر کرنے سے نہیں ہوتی۔

طبری کا بیان ہے کہ معاویہ میں بعض عیب ایسے تھے جن کو لکھتے ہوئے قلم شرماتا ہے۔ ایک

عیب جو لکھا جا سکتا ہے یہ تھا کہ وہ لوگوں کے نوالے گنا کرتے تھے۔ یعنی دستر خوان پر جو لوگ ان کے ہمراہ کھانا کھاتے معاویہ سب کے لقموں کو دیکھتے رہتے تھے۔ عرب میں یہ عادت عیب تھی اور اس کو ندیدہ پن سمجھا جاتا تھا ؛

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اگر رومیوں کو اپنے قیصر اور ایرانیوں کو اپنے کسریٰ پر فخر ہے تو اہلِ عرب اپنے معاویہ پر فخر کر سکتے ہیں۔ معاویہ کے رعب اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ایک دن مصر کے بڑے بڑے نامور سرداران کی ملاقات کو آئے تو سامنے آتے ہی منہ سے نکلا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ معاویہ کو ہنسی آگئی اور یہ سب شرمندہ ہو گئے ؛

بیانِ کربلا

لو وہ وقت بھی آگیا جسکی خاطر چار راتیں جاگ کر کاٹی تھیں اور جو اس کتاب محرم نامہ کا اصلی مقصد ہے۔ یعنی اب کربلا کا بیان شروع ہوتا ہے۔ یہ آخری رات ہے اسی میں دل کا دھواں اٹھے گا۔ آنکھ میں آنسو بنکر آئیگا اور پلکوں کو بھگوتا ہوا دامنوں میں گر کر فنا ہو جائیگا۔ اسی رات میں ہاتھ تلوار کے قبضہ پر جائیگا اسکو میان سے کھینچے گا سر سے اونچا اُٹھے گا اور بنی فاطمہ کے مظلوم گھرانے کو کاٹ کر ڈھیر کر دے گا ؛

یزید کی تختنشینی

مسلمانوں کی نئی پیدا کردہ بادشاہت یزید ابن معاویہ کو مل گئی۔ بنی اُمیّہ کا سب سے بڑا نامور بادشاہ تخت پر بیٹھ گیا۔ یہ وہ سلطان ہے جس نے اپنے بوڑھے باپ معاویہ سے ضد کی تھی کہ میں قرآن و حدیث کے سوا اور کسی کی پیروی نہ کرونگا۔ تم اسکو مرحبا کہو کہ یہ بڑا متقلد قرآن ہے۔ صرف تھوڑی سی شراب پی لیتا ہے۔ اور جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں انکو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے نمکو نماز کا حکم دیتا ہے مگر خود نہیں پڑھتا اس سے زیادہ سنت کی پیروی کیا ہو گی

بڑا ہریالا ہے۔ بڑا متوالا ہے۔ سیر و شکار پر زندگی بسر ہوتی ہے۔ کیوں نہو۔ بنی امیّہ کے گھر کا گوہر شب چراغ ہے۔ ایک بڑے باپ کا بیٹا جسنے اسد اللہ علی ابن ابی طالب سے تیغ زنی کی۔ ایک شہرۂ آفاق دادا کا پوتا جس نے سرور کائنات رسول العرب و العجم صلعم کو ہمیشہ آزار پہنچائے۔ آفرین کہو کہ یہ آدم خور گود کا پروردہ یافتہ ہے۔ ایسے مجموعۂ صفات نیّر درخشاں کو لوگ ملعون کہتے ہیں۔ پلید کہتے ہیں۔ تم کچھ نہ کہو کہ دوزخ کے سب سے بڑے شہریار کی شان میں تم کو زبان کھولنے کا حق نہیں ہے۔

یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی مدینہ کے گورنر کو حکم بھیجا کہ حسین ابن علی رض۔ عبداللہ ابن زبیر رض عبداللہ ابن عمر رض۔ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رض سے میری بیعت لو۔ انکار کریں تو قتل کردو۔

ابن زبیر رض تو بڑے ہوشیار تھے۔ حاکم نے بلایا تو ٹال گئے اور رات کو چپکے سے مکہ کو چلدئے حضرت امام حسین رض نے فرمایا سب لوگوں کو جمع کرو۔ وہ بیعت کر لینگے تو میں بھی تیار ہوں۔

غرض چاروں نے اسی طرح ٹالدیا اور دوسرے روز حضرت امام حسین رض بھی خفیہ مدینے سے مکہ کو تشریف لے گئے۔

مکہ میں ابن زبیر رض نے لڑائی کا سامان کر رکھا تھا مگر حضرت امام حسین رض نے ان کی شرکت نہ فرمائی۔ اور علیحدہ ایک جگہ ٹھہر گئے۔

یزید کو خبر ہوئی تو اُسنے فوج بھیجی۔ مکہ کا محاصرہ ہوا۔ ابن زبیر رض خوب لڑے اور یزید کے سپہ سالار کو شکست دے کر پکڑ لیا اور مار ڈالا۔

کوفہ کی ہاہی کڑھی میں اُبال

حضرت عبداللہ ابن زبیر رض کی فتح سے جہاں یزید کی سیج میں کانٹے پڑ گئے وہاں کوفہ کے کم ہمّت بزدل اور وقت آشنا باشندوں کے حوصلوں میں بھی جوانی کی لہر اٹھی اور انھوں نے حضرت امام حسین رض کو ایک لمبا چوڑا خط لکھ مارا کہ آپ کے والد بزرگوار کے ہم سب فدائی ہیں۔ جمل

میں ہم لڑے ۔ صفین میں ہم نے تلواریں ماریں ۔ بنی اُمیہ اور خاندان معاویہ کے پرانے دشمن ہیں
آج یزید نے دعوی خلافت کیا ہے ۔ حالانکہ اسکا کچھ حق نہیں ہے ۔ آپکی موجودگی میں کہ فرزند
رسول خدا صلعم ہو اور کس کا جگرا ہے کہ خلافت کا حق جتائے ؛

وقت ہے کہ آپ علم بلند کریں ۔ اور ہم سب غلاموں کی پیشوائی قبول فرمائیں تاکہ
یہ منصب خلافت جو آپ کا حق ہے آپ کو مل جائے ؛

اس خط سے حضرت امام خوش تو ہوئے مگر وہ کوفیوں کی خصلت سے واقف تھے ۔
اپنے والد ماجد کے ساتھ کوفیوں کی بے وفائیاں اور وقت کے وقت کج ادائیاں بارہا دیکھی
تھیں ۔ ان کو امید نہ تھی کہ کوفی ثابت قدم رہینگے اور یزید کی دولتمند سلطنت کا مقابلہ کرسکینگے
جس کے پاس نوجیں ہیں ۔ ملک ہیں ۔ روپیہ ہے ۔ بڑے بڑے عقلمند آدمی ہیں ۔ اسواسطے انھوں
نے اس خط کے جواب میں کچھ تامل کیا ۔ اور آخر مشورہ سے یہ قرار پایا کہ حضرت امام کے بھائی
حضرت مسلم ابن عقیل رضہ خفیہ طریقہ سے جائیں اور کوفہ کی حالت دیکھیں ۔ اگر کوفیوں میں کچھ ہمت
نظر آئے تو ان سے حضرت امام کی بیعت لیں اور دیکھیں کہ کتنے آدمی بیعت کرتے ہیں اور ان کے
کیا کیا ارادے ہیں ۔ یہ سب کیفیت حضرت امام کو لکھی جائے ۔ اس کے بعد فیصلہ ہوگا کہ
کوفہ جانا مناسب ہے یا نہیں ؛

حضرت مسلم رضہ دو آدمیوں کو لیکر چپ چاپ کوفہ تشریف لے گئے اور پوشیدہ طور سے
ایک محب آل رسول کے گھر میں اُترے ۔ خاندان رسالت کے دوستوں کو خبر ہوئی تو جوق جوق
حضرت مسلم رضہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے ۔ پہلے ہی دن بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی ؛

اہل کوفہ کی محبت اور جوش و خروش دیکھکر حضرت مسلم رضہ نے اسی روز ایک خط حضرت امام کو
لکھا جس میں ساری کیفیت کوفیوں کی بیان کی اور تحریر کیا کہ بارہ ہزار نے تو آج میرے ہاتھ پر
بیعت کرلی ہے ۔ ایک لاکھ تیار ہیں ۔ آپکے تشریف لاتے ہی حلقہ بگوش ہو جائیں گے ۔ آپ
پس وپیش نہ فرمایئے اور فوراً تشریف لے آیئے ؛

کوفہ کے دو سردار یہ خط لیکر مکہ پہنچے ۔حضرت امام خط کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا۔ ،تم چلو میں بھی آتا ہوں ۰

یہ دونوں واپس گئے تو پچاس آدمی کوفیوں کا پیام لیکر اور آئے اور از حد اصرار سے عرض کیا کہ اب دیر کا وقت نہیں ہے ۰

حضرت امام نے فرمایا۔ تم چلو۔ میں بہت جلد سازسامان درست کرکے آتا ہوں " اور ان خطوط کے جوابات لکھ کر دیدئے ۔ان قاصدوں کو گئے ہوئے دیر نہوئی تھی کہ تیسرا گروہ اور پہنچا۔ اس نے تو اتنی جلدی کی کہ حضرت امام رضؓ کو فوری تیاری کرنی پڑی ۰

حضرت امام نے تیاری شروع کی اور بصرہ کے لوگوں کو بھی جن پر اخلاص محبت کا خیال تھا خطوط بھیجکر کوفہ میں طلب فرمایا ۰

کوفہ میں ان دنوں نعمان بن بشیر رضؓ حاکم تھے ۔ یہ بڑے نیک مزاج انصاری حضرت صلعم کے صحابی تھے۔ ان کے پاس بنی امیہ کے چند طرفدار گئے اور کہا:۔کس نیند میں سوتے ہو ۔حریف کوفہ میں آن پہنچے ۔مسلم ابن عقیلؓ دھڑا دھڑ بیعت لے رہا ہے اور کوئی دم میں حسین ابن علی رضؓ آیا چاہتے ہیں ۔مصلحتِ وقت یہ ہے کہ مسلم کو گرفتار کرکے قتل کرو اور جن جن لوگوں نے ان سے بیعت کی ہے ان سب کو سزائیں دو ۔ ورنہ سارا عراق ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ ابن بشیر رضؓ نے جواب دیا:۔

مسلم رضؓ نے خفیہ کام کیا ہے ۔میں علانیہ گرفتار کیوں کروں ۔ یہ نامناسب ہے ۰

یہ ٹالنے کی بات تھی کیونکہ نعمان آل رسولؐ کے دوست تھے اور باوجود اس کے کہ تابعدار یزید کے تھے بنی ہاشم اور خاندانِ رسالت کے عروج کو چاہتے تھے ۰

بنی امیہ نے نعمان ابن بشیر رضؓ کو دیکھا کہ وہ ڈھیل دیتے ہیں تو ساری کیفیت یزید کو لکھی اور نمک مرچ لگا کر اس کو بہت ڈرایا کہ فوراً انتظام کرو ورنہ معاملہ ہاتھ سے چلا۔ اور نعمان کے خلاف بھی خوب زہر اُگلا ۰

یزید کو اطلاع پہنچی تو اُس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ ڈرا کہ یہ معاملہ رنگ لائے بغیر نہ رہیگا۔ اس واسطے اس نے سرحون نامی ایک محرم راز غلام کو بلایا جس نے یزید کو پالا تھا۔ اور معاویہ کے مزاج میں اس کو بہت دخل تھا۔ کیونکہ اس کی رائے اور تدبیر بہت اچھی ہوتی تھی ؞

سرحون نے کہا:۔ میں جانتا ہوں کہ آپ زیاد ابن ابوسفیان اور اسکے خاندان سے خوش نہیں ہیں کیونکہ آپکے والد نے زیاد کو اپنے باپ ابوسفیان کا بیٹا بیان کیا تھا مگر آپنے اس بات کو اُسوقت بھی پسند نہ کیا تھا کہ ایک لونڈی بچہ آپکے دادا سے منسوب ہو اسکے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ زیاد نے آپکے والد معاویہ سے آپ کی خلافت کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ یزید ہروقت شکار و خرافات میں مبتلا رہتا ہے اسکو خلافت دینی ٹھیک نہیں ہے اس کا ملال بھی آپ کو ہوگا اور آپ زیاد کے بیٹے عبیداللہ ابن زیاد کو بہت ناپسند کرتے ہونگے۔ مگر کیا کروں اسوقت میرے خیال میں اس عظیم الشان معاملہ کا انتظام سوائے عبیداللہ ابن زیاد کے کوئی نہیں کرسکتا۔ آپ اپنی رنجش کو دل میں دبائیے اور کوفہ و بصرہ کی حکومت عبیداللہ ابن زیاد کو دیجئے کہ وہ آناً فاناً میں سب طوفانوں کو دبا دیگا ؞

یزید نے سرحون کی نصیحت سُنی اور عبیداللہ ابن زیاد کو خط لکھ کہ بصرہ اور کوفہ کی گورنری دیدی اور فوراً کوفہ پہنچنے اور انتظام کرنے کی تاکید کی اور حکم دیا کہ اگر حسین ابن علی کوفہ میں آگئے ہوں تو ان کا اور مسلم ابن عقیل کا سر کاٹ کر بھیجدے ؞

ابن زیاد کو یزید کا حکم بصرہ میں ملا۔ ابھی اس نے کوفہ کو کوچ نہیں کیا تھا کہ خبر لگی کہ بصرہ میں بھی حضرت امام حسینؓ کا قاصد خط لایا ہے۔ ابن زیاد نے قاصد کو گرفتار کرالیا اور صبح کو ایک عام جلسہ کرکے لوگوں سے کہا:۔

تم لوگ جانتے ہو میں زیاد کا بیٹا ہوں اور زیاد جیسا خونریز تھا تم بے خبر نہ ہوگے حسین بن علیؓ نے یزید کے خلاف خروج کیا ہے اگر تم میں سے ایک شخص نے بھی یزید کی مخالفت میں

جنبش کی تو پھر اسکے جان و مال کی خیر نہیں۔ میں اب کوفہ جاتا ہوں تاکہ مسلمؓ اور حسینؓ کا قصہ پاک کردوں۔ اور بصرے پر اپنے بھائی کو حاکم کرتا ہوں اسکے تابعدار رہنا اور مجھ کو اپنے سے دور نہ سمجھنا۔ اسکے بعد حضرت امام حسینؓ کے قاصد کو بلا کر سرِ جلسہ تہ تیغ کر کے مار ڈالا۔

حضرت مسلمؓ کی شہادت

عبید اللہ ابن زیاد بصرہ کا یہ انتظام کر کے نہایت پھرتی سے کوفہ کو روانہ ہو گیا۔

یہاں کوفہ میں حضرت امام رضؓ کی آمد آمد ہو رہی تھی۔ ابن زیاد ایک غلام کے ساتھ مغرب وعشا کے بیچ کوفہ پہنچا۔ چہرے پر اس نے کپڑا ڈال رکھا تھا۔ کوفیوں نے سمجھا۔ حضرت امام تشریف لے آئے۔ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں:۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ!!

ابن زیاد نے لوگوں کا یہ ذوق شوق سنا تو جل کر کباب ہو گیا۔ مگر منہ سے نہ بولا۔ نہ چہرہ کا کپڑا اٹھایا اور سیدھا دار الحکومت میں پہنچا۔ وہاں نعمان ابن بشیر تشریف رکھتے تھے انھوں نے سنا کہ حضرت امام تشریف لے آئے تو قلعہ کا دروازہ بند کرا لیا اور دروازے کے اوپر سے آواز دی:۔

"یا ابن رسول اللہ! تشریف لیجائیے۔ یزید آپ کو یہ شہر ہرگز نہ دیگا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری حکومت میں آپ قتل ہوں"۔ ابن زیاد نے اُس وقت اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا۔ اور دھمکا کر کہا۔ دروازہ کھول کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں۔

نعمان نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ اور خلقت ابن زیاد کو دیکھ کر تتر بتر ہو گئی۔

یہ خبر حضرت مسلم ابن عقیلؓ کو بھی پہنچی۔ اور وہ ہانی ابن عروہ کے مکان میں تشریف لے گئے۔ ہانی کوفہ کا بڑا رئیس تھا۔

صبح کو ابن زیاد نے جلسۂ عام کیا اور کہا:۔

"دیکھو میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ وہ بھی بلا کو تھا۔ میں بھی سفاک ہوں۔ مجھے سب خبریں ہیں کہ کس

کس نے حسینؓ کی بیعت مسلم کے ہاتھ پر کی ہے۔ میں ان کے نام جانتا ہوں۔ اُن کے خاندان جانتا ہوں۔ ان کی صورتوں تک سے آگاہ ہوں۔ مگر اس وقت سب کو امان دیتا ہوں۔ بیعت توڑ ڈالو۔ اور یزید کی اطاعت میں ثابت قدم رہو۔ ورنہ یاد رکھو ایک ایک کو پیس ڈالونگا اور خانماں برباد کردوں گا۔

بزدل کوفی صرف ایک تقریر سے اور محض باتوں کی تلوار سے کانپ گئے اور حضرت امامؑ کی بیعت سے ایک دم دل صاف کرلیا۔

یہ انتظام کرکے ابن زیاد نے مسلم رضؓ کی فکر کی۔ وہ چاہتا تھا کہ ثبوت پختہ مل جائے گا تو مسلم کا قتل کرنا آسان ہوگا ورنہ خونریزی ہوگی۔ اس واسطے اُس نے ایک جاسوس کو تین ہزار درہم دے کر کہا۔ ان کو ہانی کے گھر لے جا۔ ہانی ابن عروہ سے کہیو۔ میں بصرے کے مسلمانوں کا قاصد ہوں۔ بصرہ میں حضرت امام حسین رضؓ کا خط گیا تھا۔ وہاں کے مسلمانوں نے مجھے بھیجا ہے اور حضرت مسلم رضؓ کی نذر ساتھ کی ہے۔ اور کہا ہے کہ ہم سب بہت جلد امداد کو کوفے پہنچتے ہیں۔ ہانی مکان کے اندر لیجائے تو یہ درم مسلم کو دیجو اور اہل بصرہ کی طرف سے اسکی بیعت کیجیو۔ جاسوس نے ایسا ہی کیا۔ بھولے ہانی ابن عروہ اسکے فریب میں آگئے اور حضرت مسلم تک اسکو پہنچا دیا۔ جاسوس نے نذر دی۔ بیعت کی اور سب پیام دیکر ابن زیاد کے پاس آگیا۔

دوسرے دن ہانی ابن زیاد کے سلام کو دربار میں نہ گئے تو اس نے ان کو خود بلوایا۔ ہانی گئے تو ابن زیاد بولا:۔

اپنی قضا کو خود اپنے پیروں پر ساتھ لایا ہے۔ کیوں ہانی تجھ کو معلوم نہیں میرے باپ زیاد نے کوفے میں ایسے ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑا جو بنی فاطمہ رضؓ کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ ایک تجھے باقی رکھا گیا تھا کہ تجھپر میرے والد کی عنایت تھی۔ اسکا عوض تو نے یہ کیا کہ یزید کا باغی بنا۔

ہانی نے کہا مجھ سے کیا خطا ہوئی؟ ابن زیاد بولا۔ تو نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دی ہے ہانی نے انکار کیا۔ اسپر ابن زیاد نے جاسوس کو بلاکر سارا واقعہ نذر دینے اور بیعت کرنے

کا سنوایا۔ ہانی شرمندہ ہو گئے۔ اور کہا بیعت میرے گھر میں نہیں ہوئی مسلم البتہ میرے ہاں آ گئے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا۔ اچھا جاؤ اور مسلم کو میرے پاس لاؤ؛

ہانی نے اس سے انکار کیا۔ ابن زیاد سن کر آگ بگولا ہو گیا اور ایک گرز ہانی کی پیشانی پر مارا جس سے غریب کا چہرہ خونم خون ہو گیا اور اسکے بعد ہانی کو قید کر دیا؛

شہر میں خبر اُڑی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ ان کے قبیلے کے لوگ تلواریں لے کر نکل کھڑے ہوئے اور ابن زیاد کے قلعہ پر حملہ کیا۔ حضرت مسلم کو خبر ہوئی تو آپ بھی شمشیر کھینچکر ابن زیاد سے لڑنے کو نکلے۔ چار ہزار آدمی حضرت کے ساتھ تھے۔ لڑائی شروع ہوئی تو ابن زیاد نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور چھتوں سے تیر برسانے لگا؛

کوفی تھوڑی دیر تو لڑے۔ شام ہوئی تو حضرت مسلم اکیلے کھڑے رہ گئے۔ ایک کوفی کو بھی آس پاس نہ دیکھا۔ آپ بہت مایوس ہوئے اور اندھیرے میں حیران کھڑے دیکھتے تھے کہ الٰہی کہاں جاؤں نہ کوئی مونس ہے نہ ہمدم ہے۔ نہ رات بسر کرنیکا ٹھکانا ہے۔ نہ پانی ہے نہ دانہ ہے؛ اس سید کی بے کسی پر کلیجہ پھٹتا تھا کہ یا تو ہزاروں جھوٹے فدائی مرنے مارنے کو ساتھ تھے یا اب ایک کا بھی پتہ نہیں؛

حضرت مسلم ایک عورت کے دروازے پر جا کر بیٹھ گئے۔ عورت نے کہا اے شخص یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ فتنہ کا زمانہ ہے۔ سرکاری چوکیدار آئیگا تو پکڑ کر لے جائیگا؛

حضرت مسلم نے فرمایا:۔ مجھے رات کی رات اپنے ہاں پناہ دے۔ بڑھیا نے دروازہ کھول دیا اور اندر بلا لیا۔ بڑھیا کا بیٹا گھر میں آیا اور حضرت مسلم کے حال سے آگاہ ہوا تو ابن زیاد کو جا کر خبر دی۔ اس نے صبح فوج بھیجی حضرت مسلمؑ نے مقابلہ کرنا چاہا۔ سپاہیوں نے کہا کیوں لڑتے ہو ہمارے ساتھ چلو ہم امان دلوادینگے۔ حضرت مسلم نے تلوار ہاتھ سے پھینکدی اور فوج کے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ ابن زیاد نے ان کو بھی ہانی کے ساتھ قید کر دیا؛

کوفیوں کو خبر ہوئی تو پھر ان میں جوش نے حرکت کی۔ دس ہزار آدمیوں نے جمع ہو کر ابن زیا

پر حملہ کیا اور مسلم و ہانی کو چھڑانا چاہا۔

ابن زیاد نے یہ یورش دیکھی تو حکم دیا کہ مسلم و ہانی کے سر کاٹ لو اور دیوار کے نیچے پھینکدو۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ ہانی اور حضرت مسلم شہید کر دیے گئے اور ان کے سر کٹ کر قلعہ سے نیچے گر پڑے۔ کوفی یہ سر دیکھتے ہی سر پر پاؤں رکھکر بھاگے ایک بھی نہ ٹھہرا۔

پردیسی مسلم

بنی فاطمہؓ کے لاڈلے پردیسی مسلم کو دیکھنا خون میں نہائے پڑے ہیں۔ وہاں تو ان کے بھائی حسینؓ خیال کرتے ہوں گے کہ مسلم کوفہ کی حکمرانی کر رہا ہے۔ یہاں انکے جسم کا تاج (سر) کٹا پڑا ہے اور بدن کا پاک خون کوفہ کی گندی خاک کی پیاس بجھا رہا ہے۔ حضرت مسلم جان دے رہے تھے۔ مگر ان کو ذرا ہراس نہ تھی البتہ بار بار اپنے بھائی حسینؓ کے آنے اور مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

ارے کوئی بھی ایسا ہے جو میرے بھائی حسینؓ کو اس بے وفا زمین میں آنے سے روکے آہ! میں نے تو ان کو بلانے کا خط لکھا ہے۔ میں نے کوفیوں کی محبت کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے حسینؓ کو کیا خبر ہو گی کہ ان کا بھائی قربان ہو گیا اسکے گلے پر ستم کی چھری چل گئی۔

ابن زیاد نے حضرت مسلم و ہانی کا سر دمشق میں یزید کو بھیجدیا۔ اور خود حضرت امامؓ کی آمد کا انتظام کرنے لگا۔

کوفہ میں دو گلفام

طبری۔ ابن خلدون اور تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں یہ ذکر نہیں ہے مگر روضۃ الشہدا میں ملا حسین واعظ کاشفی نے لکھا ہے کہ حضرت مسلمؓ کے دو بچے بھی کوفہ میں ساتھ گئے تھے اور جب حضرت مسلم شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان بچوں کو بھی تلاش کرا کے قتل کرا دیا۔

ان خورد سال سیدوں کی شہادت بہت دردناک ہے۔ میں واقعہ کو اپنے الفاظ کی تصویر

میں کھینچکر دکھاتا ہوں :-

ایک بچہ کا نام محمد تھا۔ دوسرے کا ابراہیم۔ چھریرے بدن۔ بنی ہاشم کے دستور کے موافق سر کے لمبے لمبے بال۔ عربی قبائیں۔ کمر میں بندھی ہوئیں۔ ان میں دو چھوٹے چھوٹے نارمک نیچے لٹکے ہوئے۔ بھولی بھالی صورتیں، نور کی مورتیں، جانتے ہی ہو رسول خدا کے گھرانے کا حُسن کیسا تھا۔ یہ دونوں بھی حُسن نبوت کے دو جلوے تھے۔ حضرت مسلم شہید ہوئے تو یہ قاضی شریح بن ہانی کے مکان میں تھے۔ انھیں خبر نہ تھی کہ بابا جان مر گئے۔ یہ تو رات دن دیکھتے تھے کہ خلقت ان کے باپ کے ہاتھ چومنے آتی ہے اور ان کے بھی دامن چومے جاتے ہیں۔ رکابوں کو بوسے دئے جاتے ہیں اپنے بہادر باپ کو تلوار لئے گھر سے جاتے دیکھا تھا۔ پھر خبر نہیں وہ کہاں گئے۔ ایک رات دن گزرنے پر بھی واپس نہ آئے ؛

قاضی شریح کہتے تھے کھانا حاضر ہے کھا لیجیے۔ یہ کہتے بابا جان آلیں تو کھائینگے شریح آنکھوں میں آنسو بھر لاتے مگر ان سے کہہ نہ سکتے تھے کہ تمھارا باپ تو جنت کو سدھار گیا ؛

آخر محمد نے اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم سے کہا۔ کیوں بھائی بابا کی کب تک راہ دیکھو گے روٹی کھا لو۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ ابھی آتے ہوں گے۔ میں تو ان کی برابر بیٹھ کر کھاؤں گا۔ دیکھو بھائی آج میں بابا کے زانو پر بیٹھوں گا۔ کل تم بیٹھ چکے ہو۔ بابا آئینگے۔ میں ان کے گلے میں ہاتھ ڈالوں گا اور کہونگا :-

میرا مدینہ والا بابا۔ میرا مکّہ والا بابا۔ بابا مدینے چلو۔ ہم کو اسکی گلیاں یاد آتی ہیں۔ وہاں کے بچے کہتے ہونگے۔ ابراہیم ہمکو بھول گیا۔ میں کہونگا۔ نہیں نہیں میں تمہیں نہیں بھولا تھا اپنے گھوڑے کو تمھارے ساتھ دوڑاؤنگا اور کوفہ کا حال تم کو سناؤں گا ؛

محمد نے کہا۔ بھائی بابا آ تو جائیں۔ تم ہی ان کی گود میں بیٹھ جانا۔ میرا دل تو دھڑکتا ہے خبر نہیں بابا پر کیا گزری ؛

محمد کی اس تقریر سے ابراہیم بھی فکر میں پڑ کر چپ سا ہو گیا۔ وہ جانتا نہ تھا فکر کیسا ہوتا

ہے۔ اندلیشہ کیسے کہتے ہیں اپنے بھائی کی بات سے اسکے دل پر بھی اثر ہوا۔

اتنے میں خبر آئی کہ ابن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص مسلم کے بچوں کو چھپائیگا۔ سزا پائیگا اور جوان کو گرفتار کرکے لائیگا۔ انعام سے مالا مال ہوگا۔

قاضی شریح کو اپنی جان کا اندیشہ ہوا۔ انھوں نے دونوں بچوں کو سامنے بلا کر کہا۔ میاں! تمھارے باپ مسلم شہید ہوگئے اور ابن زیاد نے تمھارے قتل کا بھی حکم دیا ہے۔ کل ایک قافلہ مدینے جانے والا ہے۔ میں اسکے ساتھ تم کو مدینہ بھیجدونگا۔

محمد و ابراہیم یہ خبر سُنکر سُن ہوگئے۔ بڑے بھائی محمد نے اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم کو گلے سے لگا لیا اور رو کر کہا۔

"لو بھائی اب کس کے زانو پر بیٹھوگے۔ اب کس کے گلے میں ہاتھ ڈالوگے۔ اب چن تمھیں مدینہ کی گلیوں تک لے جائیگا۔ بابا جان کو مار ڈالا۔ ہم کہاں جائیں۔ قاضی شریح تو ہم کو گھر سے نکالتا ہے۔ اماں پاس ہوتیں تو ہم کو سینہ سے لگا کر روتیں۔ اب ہم کس کے سینہ سے لگیں۔ اب ہم کو کون گلے لگا کر دلاسا دے۔

اے کوفہ والو! میں مسلم کا بڑا لڑکا ہوں۔ میرا باپ اس جنگل میں گم ہوگیا۔ میرا درد یعقوب پیغمبر کے درد سے زیادہ ہے۔ ان کا بیٹا گم ہوا تھا۔ میرا باپ گم ہوا ہے۔

چچا حسین رضؓ کو کون خبر دیگا کہ ہم کوفہ میں بے سہارے رہ گئے ہیں۔" یہ کہا اور دونوں آپس میں لپٹ کر رونے لگے۔

صبح قاضی شریح نے اپنے لڑکے اسد کے ہاتھ ان کو مدنی قافلہ میں بھیجدیا وہاں گئے تو قافلہ روانہ ہوچکا تھا۔ گرد و غبار سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی دور نہیں گیا ہے۔ اسد نے بچوں سے کہا۔ میں ساتھ جانا مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں تم دوڑ جاؤ۔ قافلہ سامنے ہے پہنچ جاؤگے۔ کہنا ہمکو بھی مدینہ لے چلو۔ قافلہ والے ساتھ لے لینگے۔

بچے کبھی اکیلے نہ چلے تھے۔ اسد کے کہنے اور مصیبت کے خیال سے راضی ہوگئے۔

اور قافلہ کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ اور اسد کوئے کو واپس چلا گیا۔ بچے کچھ دور دوڑے مگر ہانپ گئے۔ چھوٹا بھائی گر پڑا۔ اسکے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اور بڑے بھائی نے اُسکو گھسیٹنا شروع کیا اور کہا:۔

اُٹھ بھائی چل کوئی دشمن آگیا تو ہم کو مار ڈالیگا۔ ابراہیم نے کہا۔ بھائی دیکھو تو میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا ہے۔ میں کیونکر چلوں۔ محمد نے کانٹا نکالا۔ اتنے میں قافلہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ان دونوں نے آسمان کو حسرت سے دیکھا اور کہا:۔

ہم اکیلے رہ گئے اور قافلہ جاتا رہا

الٰہی! ہم کدھر جائیں۔ ہم تیرے رسول محمدؐ کے بچے ہیں۔ ہم تیرے حبیب محمدؐ کی لاڈلی فاطمہ زہرا رضؓ کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ یہ زمین ہم کو ستاتی ہے۔ اسکے کانٹے ہمارے چبھتے ہیں۔

حیران و سرگردان کھڑے تھے کہ اتنے میں ابن زیاد کے سپاہی آگئے اور انکو جکڑ کر لیگئے۔ اُس موذی نے حکم دیا۔ رسی سے ان کے ہاتھ باندھ دو اور جیل خانہ میں بند کردو۔

رات کو ان کے ہاتھ رسی کے بندھنے سے دکھتے تھے اور یہ زار و قطار روتے تھے اور کہتے تھے۔ کل ہمارے ہاتھ چومے جاتے تھے آج ان میں ایک رسی پڑی ہے۔ جسکو کس کر باندھا ہے۔ ہم بھاگینگے نہیں۔ ہمارے ہاتھ تو کھول دو۔

ابراہیم چھوٹے بھائی نے کہا۔ بھائی محمد! کیسی اندھیری کوٹھڑی ہے۔ مدینہ میں تو ہم کبھی ایسی اندھیری کوٹھڑی میں نہیں رہے۔ بھائی مجھے ازحد بھوک لگی ہے۔

قید خانہ کے محافظ سپاہیوں میں ایک شخص کو ان کی حالت پر رحم آیا اور اس نے ان کو چپکے سے چھوڑ دیا اور کہا لو یہ انگوٹھی لو۔ قادسیہ نامی مقام پر جاؤ وہاں میرے بھائی کو یہ انگوٹھی دینا وہ تم کو مدینے پہنچا دے گا۔

یہ بیچارے راستہ چلنا کیا جانتے تھے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ قادسیہ کس جانور کا نام ہے۔ دن بھر چلے قادسیہ کا پتہ نہ ملا۔ شام کو جنگل میں ایک کھوکلے درخت کے اندر

چھپ کر بیٹھ گئے اور رات رو رو کر کاٹی۔ صبح کو اُس درخت کے نیچے چشمہ سے پانی لینے ایک لونڈی آئی۔ اُس نے جو اُن بچوں کو دیکھا تو حال پوچھا۔ انھوں نے سارا حال بیان کیا۔ اُس نے آکر اپنی مالکہ سے یہ قصہ کہا۔ عورت بڑی رحم والی اور محبِ آل رسولؐ تھی بچوں کو بلا کر بڑی محبت سے اپنے پاس رکھا اور کھلا پلا کر کوٹھڑی میں سُلا دیا۔ رات کو ان بچوں نے خواب دیکھا کہ " ان کے باپ اور حضرت رسولِ خدا صلعم بہشت میں تشریف رکھتے ہیں۔ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا: مسلم! اپنے بچوں کو اکیلا چھوڑ آئے۔ انھوں نے عرض کی کہ " وہ بھی عنقریب میرے پاس آجائینگے" یہ خواب دیکھ کر بچے جاگ اٹھے اور رونے لگے ان کے رونے کی آواز سے عورت کا خاوند جاگ اُٹھا اور اُس نے بیوی سے پوچھا کہ کون روتا ہے؟ اُس نے سارا حال بیان کیا۔

وہ شخص صبح سے ان بچوں کی تلاش میں تھا خوش ہوگیا اور کوٹھڑی میں جا کر ان کے بال پکڑ لئے اور کھینچتا ہوا باہر نکال لایا۔ اُسکی بیوی ہاتھ جوڑنے لگی کہ ان بیگناہوں کو نہ ستا۔ ان معصوموں نے کیا خطا کی ہے۔ بچے بھی ہاتھ جوڑنے لگے۔ اور عورت سے بھی کہا دیکھو ہماری اماں اسوقت تم ہو۔ ہم کو یہ مار ڈالیگا ہم نے کسی کا کچھ نہیں کیا۔ ﷲ ہم کو بچا لو۔

جس وقت ان گلفاموں نے اپنے دو ننھے ننھے ہاتھ جوڑے زمین و آسمان تھرا گئے ہوں گے۔ پہاڑ پگھل گئے ہونگے۔ مگر اس کوفی پر کچھ اثر نہ ہوا اسی طرح کھینچتا ہوا ابن زیاد کے سامنے لیگیا اور اس نے انعام و اکرام دیکر حکم دیا کہ دریا کے کنارے انکو لیجا کر قتل کردو۔

فرات کے کنارے گیسو درازوں کا خون

آخر معصوم گلفام۔ بیگناہ سیدزادے فرات کے کنارے لائے گئے۔ رسیوں سے مشکیں باندھی گئیں اور ریت میں قتل کرنے کو کھڑا کیا گیا۔

دوپہر کی دھوپ تھی۔ دو گورے گورے مُنہ سورج سے تمتما رہے تھے۔ ہاتھ کمر کی طرف

بندھے ہوئے تھے۔ایک کہتا تھا۔بھائی ابراہیم ! ہم کو اب قتل کرینگے۔دوسرا کہتا تھا بھائی محمد ! کیا ہم کو کوئی بچانے نہ آئیگا؟ محمد کہتا تھا بھائی کون بچائیگا۔ہمارا کوفے میں کون ہے مدینہ بھی پاس نہیں جو ہم چچا حسین رضہ کو پکارتے یا اماں کو آواز دیتے۔

یہ کہہ رہے تھے کہ جلاد نے تلوار کا ایک ہاتھ چھوٹے ابراہیم کی گردن پر مارا۔گیسو دراز کا گلا پھول کی طرح کٹ کر گر پڑا۔لاش تڑپنے لگی۔بڑے بھائی محمد نے آنکھیں بند کرلیں اور تھر تھر کانپنے لگا۔کہنا چاہتا تھا کہ مجھ کو تو چھوڑ دو مگر خوف کے سبب بات منہ سے نہ نکلتی تھی۔اس نے چاروں طرف تماشائیوں کو دیکھا۔گویا وہ کہتا تھا کہ میں تمھارے پیغمبر کا بچہ ہوں مجھے مرنے سے بچالو۔مگر اس نے دیکھا کوئی ہاتھ اسکو پناہ دینے والا اور کوئی آنکھ اسپر رحم کرنے والی نہیں ہے کہ اتنے میں اسکے گلے پر بھی جلاد کی تلوار پڑی اور اس کا سر بھی چراغ کے بجھے ہوئے گل کی طرح جھڑ کر گر پڑا۔دونوں لاشیں فرات میں بہادی گئیں اور سر یزید کو بھیجے گئے۔

سیّدنا حسین رضہ کا سفر کوفہ

دل تھام لو۔ابن رسول اللہ صلعم یعنی سیدنا امام حسین رضہ مکہ سے روانہ ہوتے ہیں اور کوفہ کا سفر کرتے ہیں۔جب آپنے سفر کی تیاری فرمائی اور یہ خبر مشہور ہوئی تو مکہ کے تمام بڑے بڑے دانشمند بزرگ حضرت امام رضہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ کوفیوں کے قول و قرار پر نہ جائیے۔وہ نہایت بے وفا اور دغا پیشہ لوگ ہیں۔ان سے ہرگز توقع نہیں ہے کہ آپ کا ساتھ دیں۔

حضرت امامؓ نے فرمایا:۔اب تو میں ارادہ کرچکا۔میں سب کچھ جانتا ہوں۔مگر یہ گوارا نہیں کرسکتا کہ میرے سبب مکہ معظمہ میں خونریزی ہو۔حدیثوں میں جس خون ریزی کی پیشینگوئیاں آئی ہیں۔اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مکہ معظمہ میں خون بہائے جائیں گے۔میں نہیں چاہتا کہ ان خبروں کا مصداق بنوں۔یزید مجھکو کبھی یہاں چین سے نہ بیٹھنے دے گا۔

اور ضرور لڑائی ہوگی۔ ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ میں مکّہ سے باہر نکل جاؤں تاکہ جو کچھ ہو حرم مقدس کے اندر نہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے عرض کیا (اور یہ خاندانِ رسالت میں بڑے بوڑھے اور بہت عقلمند تھے):۔

اے ابن رسول اللہ! مکّے سے نہ جاؤ۔ حرمِ خدا کا امن نہ چھوڑو۔ آپکے والد نے مکّہ مدینہ کو چھوڑا اور کوفہ میں جا کر بسے تو کیا نتیجہ پایا۔ آپنے خود ہی دیکھ لیا کہ کوفیوں نے کیسی کیسی بے وفائیاں ان کے ساتھ کیں یہاں تک کہ وہ خود شہید کر دئے گئے۔ اپنے بھائی حسنؓ کا انجام دیکھ لیا کہ ان کو زہر دیکر مار ڈالا اور زہر دینے سے پہلے کیسے ارادے انکی ہلاکت و تباہی کے کئے۔ اب تم ان پر بھروسا نہ کرو۔ نہ اُن کے خطوط کا اعتبار ہے۔ نہ ان کی قسموں کا کچھ ٹھیک ہے۔ سخت مکّار اور بزدل قوم کوفیوں کی ہے۔

حضرت امامؓ نے ارشاد کیا "بھائی صاحب آپنے سچ فرمایا۔ بہتری کو آپ ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور آپکا مشورہ بالکل درست ہے۔ مگر مسلم ابن عقیل کا خط آیا ہے کہ بارہ ہزار کوفیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور کوفیوں کے قاصد خود میرے پاس برابر آرہے ہیں اور بیشمار خط لا رہے ہیں۔"

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا:۔ اچھا خیر۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہ بقرعید کا مہینہ گزر جانے دو۔ نیا سال شروع ہوگا اُسوقت دیکھ لینا۔

حضرت امامؓ نے فرمایا "اب دیر کا وقت نہیں ہے۔ جلدی جانا چاہئے مجھے اندیشہ ہے کہ خود مکّہ میں مجھ پر حملہ کرینگے اور خانۂ خدا کی میرے سبب بے حرمتی ہوگی۔

حضرت ابن عباسؓ بولے:۔ تو بال بچّوں کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ کوفی تم کو خلافت کے لئے بلاتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے کہ یزید سے لڑائی اس خلافت کے لئے ضرور ہوگی۔ لیکن بچوں کا ساتھ لے جانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

اور اسے حسینؓ تم یہ تو خیال کرو کہ اگر بارہ ہزار کوفی تمھارے حلقہ بگوش ہو گئے ہیں تو انھوں نے خود یزید پر حملہ کیوں نہ کیا۔ اگر وہ سچے ہوتے تو بارہ ہزار تھوڑے نہیں ہیں۔ ابتک یزید کا قلع قمع کر چکے ہوتے۔ اس کے بعد تم کو بلاتے تو جانا ٹھیک تھا مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ تم ہی کو آگے رکھنا چاہتے ہیں۔ تو یہ سمجھو کہ آج یزید کے پاس ملک ہے، حکومت ہے۔ روپیہ ہے۔ فوج ہے۔ ان دنوں دین کی خاطر کون لڑتا ہے۔ طاقت اور روپیہ کو سب دیکھتے ہیں اور تمھارے پاس ان میں سے ایک بھی نہیں۔ پھر تمھارا ان بادلوگوں پر کیا خاک ہو گا۔ آج تم سے بیعت کی ہے کل کسی طاقت والے کو دیکھینگے تو اس کے ڈر سے تم کو چھوڑ کر اسکے ساتھ ہو جائینگے اور پھر تمھارے ہی خلاف تلوار لے کر کھڑے ہونگے تم کو قتل کرینگے اور تمھارے بال بچوں کو لونڈی غلام بنائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ عبداللہ ابن زبیرؓ تم کو پٹی پڑھا رہے ہیں اور کوفہ جانیکا اشتعال دیتے ہیں۔ ان کے دم میں ہرگز نہ آنا وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم آگے بڑھو اور قتل ہو جاؤ اور ان کے لئے خلافت کا میدان صاف ہو جائے۔

حضرت امامؓ نے فرمایا:- "اچھا میں غور کروں گا"

پھر عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت امامؓ کے پاس آئے اور کہا بھائی! لوگ کہتے ہیں میں نے تم کو جانے کا مشورہ دیا ہے اور میری اس میں کوئی غرض ہے۔ حاشا وکلا میں نہیں چاہتا کہ تم جاؤ۔ لاؤ ہاتھ لاؤ۔ میں تمھاری بیعت کو تیار ہوں۔ بیعت کر کے میں تمھارے آگے تلوار چلاؤں گا اور تمھارے دشمنوں سے لڑونگا۔ میری صلاح یہ ہے کہ تم ہرگز کوفے نہ جاؤ۔ حضرت امامؓ نے فرمایا۔ بھائی میں تو مکہ کی خونریزی سے ڈرتا ہوں۔ یہاں رہا تو میرے سبب خانۂ خدا کی بے ادبی ہو گی۔ یہ کہہ کر آپ نے مکہ سے کوچ فرمایا تو باہر عمرو بن سعید بن العاص حاکم مکہ سامنے آیا اور کہا:- میں آپ کو نہیں جانے دونگا اور اگر آپ جائیں گے تو لڑوں گا۔

حضرت امام رضؓ نے فرمایا:۔ لِیْ عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ وَاَنَا بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔
میرے واسطے میرا عمل۔ تمہارے لئے تمہارے اعمال اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں ؛
آخر عمرو بن سعید نے کسی مصلحت سے زیادہ اصرار روکنے میں نہ کیا اور آگے جانے کے لئے
آپ کو راستہ دیدیا اور آپ روانہ ہو گئے اُسوقت حضرت امامؓ نے مدینہ شریف کی طرف رخ کرکے
یہ فرمایا:۔

مدنی باپ کو رخصتی سلام

سلام اے نانا! سلام اے بیکسوں کے غمگسار!! سلام اے بے پناہوں کے حامی!!!
آپ کا حسین گھر سے بے گھر ہوتا ہے اور بیابان غربت میں جاتا ہے۔ میری آنکھیں آپکے
مزار کے دیدار سے محروم کوفہ کو چلی ہیں۔ دشمنوں نے مجھکو آپ سے جدا کیا اور خانۂ خدا
میں بھی نہ رہنے دیا؛

میں آپ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ رضؓ کا بچہ ہوں۔ میں آپکے بھائی علی رضؓ کا نور چشم ہوں۔
میں وہ ہوں جس کو آپنے اپنے کندھے پر اُٹھایا۔ جس کو آپنے گودوں میں کھلایا، مگر آج
میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا اور مجھکو تلواروں اور نیزوں کے سامنے بلایا جاتا ہے۔ میرے
سر پہ نہ آپکا سایہ ہے جن پر مجھکو ناز تھا اور جن کے دم سے میری عزت تھی۔ نہ بابا جان
زندہ رہے جو میرے سر دھرے تھے اور نہ وہ باقی رہیں جنھوں نے مجھے چکّیاں پیس
پیس کر پالا تھا۔ جو میری تکلیف سے بے چین ہو جاتی تھیں۔ جن کا نام فاطمہ زہراؓ تھا۔ میری
بیچارگی حد سے بڑھ گئی ہے۔ اور میں حق اور عدل پہ اپنی ہستی قربان کرنے چلا ہوں؛
رخصت اے بابا رخصت۔ مجھکو حسین کہکر پکارنے والے۔ وداع۔ مدینہ میں سونیوالے
صَلٰوۃُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْکَ؛

بیمار بیٹی کی جُدائی

حضرت امام کے ساتھ سارا کنبہ اور بال بچے تھے مگر حضرت فاطمہ صغریٰ کو آپ نے اُن کی

بیماری کے سبب مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔ جس وقت حضرت امام ان کو اکیلا چھوڑ کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ فاطمہ صغریٰ بے قرار ہو گئیں۔ انھوں نے ناز دخترانہ سے اپنے مسافر باپ کی عبا کا دامن پکڑ لیا اور کہا:۔

"بابا مجھکو اکیلا نہ چھوڑو۔ میں تمھاری جائی ہوں۔ تمھاری دید میرے مرض کو شربت کا پیالہ ہے۔ سب کو ساتھ لئے جاتے ہو۔ شیر خوار بھائی عبداللہ تک ہمراہ ہیں۔ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ میں بھی چلونگی۔"

حضرت امامؑ نے فرمایا:۔ تم بیمار ہو۔ راستہ کی گرمی اور سفر کی سختی سے اندیشہ ہے کہ مرض زیادہ نہ ہو جائے۔ تم حضرت اُمِّ سلمہ کے پاس رہو۔ اچھی ہو جاؤ گی تو بلا لینگے۔

مکّہ سے مکّہ والے کا فراق

مکّہ سے مکّہ والا جدا ہوتا ہے۔ کعبہ سیاہ چادر اوڑھے چپ چاپ اس شہید کو دیکھ رہا ہے حرم کے در و دیوار سناٹے میں دم بخود کھڑے ہیں کہ ان سب کی آبرو کا رکھوالا انکی خاطر پردیس جاتا ہے تاکہ دشمن ان کو خراب نہ کریں۔ حرم اور خانۂ خدا اپنے اصلی وارث کو خدا حافظ کہتا ہے اب یہاں دوبارہ یہ چہرہ نظر نہ آئیگا۔ آج سے ابن رسولؐ کا طواف ختم ہو جائیگا۔ زمزم کا پانی آنکھوں میں آنسو بھرتا ہے کہ کوثر کی طلب میں میرا دلدار ہاتھ سے جاتا ہے زمزم کو کوثر سے رقابت کا خیال ہے۔ دیکھنا اسکی آہوں کا دُھواں کیسا پیچ و تاب کھا کر نکل رہا ہے۔

مکہ کی گلیوں نے اپنے شہزادہ کی پشت دیکھی اور کہا خدا جلدی پھر منہ دکھائے۔ آس پاس کی پہاڑیوں نے جھانک جھانک کر ابن رسولؐ کے دیدار کیئے اور خدا حافظ کہا۔

خاندانِ نبوّت کا یہ قافلہ آٹھ ذی الحجہ کو اور بعض کہتے ہیں کہ تین ذی الحجہ کو مکہ سے رخصت ہوا مگر تیسری تاریخ کی روایت درست معلوم ہوتی ہے۔ آٹھ ہوتی تو حج میں صرف ایک دن باقی رہتا تھا حضرت امامؑ حج کو نہ چھوڑتے۔ وہ تو مجبوری ہی ایسی تھی اور خطرہ ہی ایسا تھا کہ اگر ٹھہرتے تو حج ہی کے دن یزید کے ماتحت حکام

مکہ میں آپ کو گرفتار کرتے اور حرم میں خون کے نالے بہتے۔ ورنہ حضرت امام رضؓ حج کو چھوڑ کر جانے والے نہ تھے اس کا گناہ بھی بنی اُمیہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ جن کے مخدوش ارادوں کے سبب حضرت امام کو حج چھوڑنا پڑا۔

مکہ سے ایک منزل گئے ہونگے کہ راستہ میں یمن کا خزانہ ملا۔ یہ خراج تھا ملک یمن کا جو یزید کے پاس جا رہا تھا۔ حضرت امامؓ نے فرمایا "امامت اب میری ہے اور حق بھی میرا ہے۔ اس خزانہ کو لے لو اور میرے ہمراہیوں میں تقسیم کرو۔

اس حکم کی تعمیل کی گئی اور خزانہ یزید کے نوکروں سے چھین کر خاندانِ نبوت میں تقسیم کر دیا گیا۔

اور آگے بڑھے تو مشہور شاعر فرزدق جسکو خاندانِ رسالت سے از حد محبت تھی۔ کوفہ سے آتا ہوا ملا۔ حضرت امامؓ نے اس سے کوفہ کی خبر پوچھی۔ بولا کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کی تلوار دشمنوں کے ساتھ ہے اور قضا کا فیصلہ آسمان کے ساتھ ہے۔

حضرت امام آگے بڑھے۔ آپ چلنے میں بہت جلدی کرتے تھے اور اپنے بصری رہنما سے فرماتے تھے۔ جلدی چلو۔ ایسا نہ ہو یزید ہوشیار ہو جائے اور اسکی فوجیں آ کر میرے ارادوں میں حارج ہوں۔ اُدھر کوفہ کا یہ حال تھا کہ حضرت مسلم کو شہید کر کے ابن زیاد نے لشکر کوفہ کے باہر تمام ناکوں اور گھاٹیوں میں پھیلا دیا تھا کہ حضرت امامؓ آئیں تو کوفہ نہ پہنچ سکیں اور راستہ ہی میں کام تمام کر دیا جائے۔

حضرت امامؓ اور آگے بڑھے تو آپ کو حضرت مسلم کی شہادت اور کوفیوں کی بیوفائی کا حال معلوم ہوا۔ آپنے اُسی وقت چاہا کہ مکہ کو واپس چلے جائیں مگر حضرت مسلم کے بھائیوں نے کہا کہ ہم تو مسلم کا عوض لے کر اُلٹے پھرینگے۔ مجبوراً حضرت امامؓ نے پھر آگے کوچ فرمایا" راستہ میں حُر بن یزید تمیمی اپنی فوج کے ساتھ ملے۔ یہ خاندانِ رسالت کے سچے دوست تھے اور عمرو بن سعد کے لشکر سے بطور دیدبانی آگے بھیجے گئے تھے۔ حُر نے جو حضرت امامؓ کو دیکھا

تو نہایت ادب سے سلام کیا اور کہا حضور کوفہ نہ جائیے اور فوراً مکہ کو واپس تشریف لیجانے کا قصد فرمائیے۔ عمرو سعد فوج لئے چلا آرہا ہے اور کوفہ والے سب آپ سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ یہ سُنکر حضرت امام رضؓ فوراً واپس پھرے اور دس کوس جاکر ٹھہرے۔ اس مقام کا نام کربلا تھا۔ ابھی آپ نے قیام فرمایا ہی تھا کہ عمرو سعد کو اطلاع پہنچی اور وہ فوج لے کر کربلا میں آگیا۔

حضرت امام رضؓ کے ساتھ ۷۲ آدمی تو اپنے کنبے کے تھے اور ۱۰۰ آدمی فوجی تھے آپؓ نے جو سامنے لشکر آتا دیکھا تو صف بندی کرکے کھڑے ہو گئے۔ عمرو سعد خود آگے بڑھکر آیا اور حضرت امام رضؓ سے مخاطب ہو کر بولا:۔

"اے حسین! سلام علیک۔ اگرچہ خلافت کے تم ہی زیادہ حقدار ہو مگر خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہے۔ تم سے جنگ و جدل نہ ہو سکیگا۔ تمہارے والد حضرت علیؓ سے بھی یہ کام نہ چل سکا تھا اور ان کی ساری خلافت جھگڑوں میں کٹی تھی۔ لہذا تم اس ارادہ سے ہاتھ اٹھاؤ میں نہیں جانتا کہ لڑائی میں تم فتح پاؤگے یا یزید لیکن خونریزی ضرور ہوگی۔

حضرت امامؓ نے فرمایا:۔

میں تین باتیں چاہتا ہوں۔ اوّل تو یہ کہ مکہ چلا جاؤں اور وہاں گوشہ میں بیٹھکر یادِ خدا کروں۔ دوسرے کسی اور ملک میں جاکر (بعض روایتوں میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا ہندوستان جاکر (زہے نصیب ہند کے کہ "ابن رسولؐ کے دل میں تھا) جہاد کروں اور وہیں کی بود و باش اختیار کروں۔ تیسری بات یہ ہے کہ راستہ چھوڑ دو میں خود دمشق میں یزید کے پاس چلا جاؤں جیسا کہ میرے بھائی حسن رضؓ معاویہ کے پاس چلے گئے تھے۔

(طبری کا بیان ہے کہ شیعہ اس آخری روایت کو تسلیم نہیں کرتے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ حضرت امامؓ نے یزید کے پاس جانے کی خواہش نہیں کی تھی)۔

عمرو سعد نے کہا۔ بہت اچھا۔ میں اسکی اطلاع ابن زیاد کو دیتا ہوں۔ اُس کی اجازت

آنے پر فیصلہ ہو جائے گا۔

عمر وسعد نے ابن زیاد کو یہ ساری کیفیت لکھی۔ ابن زیاد نے جواب دیا۔ پہلے حسین رضؓ کو میرے پاس آنا چاہئے۔ اول میری بیعت کریں اس کے بعد یزید کے پاس میرے ذریعہ سے بھیجے جائینگے۔

عمر وسعد نے حضرت امام رضؓ کو ابن زیاد کی خواہش سے آگاہ کیا۔ حضرت اس گستاخانہ درخواست سے سخت برہم ہوئے اور فرمایا:۔

ابن زیاد کون ہوتا ہے۔ اسکی کیا ہستی ہے جو میری بیعت کی آرزو کرے۔ یزید میرا قرابت دار بھائی ہے میں اس کے پاس جا سکتا ہوں۔ اگر ابن زیاد کو کچھ خیال ہے تو اپنے کسی معتبر آدمی کو میرے ہمراہ بھیجدے۔

عمر وسعد نے یہ پیام ابن زیاد کو بھجوایا۔ ابن زیاد نے جواب دیا۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا پہلے حسین رضؓ کو میری بیعت کرنی ہوگی۔

کربلا میں حضرت امام رضؓ پہلی محرم کو پہنچے تھے اور اس نامہ و پیام میں سات دن گزر گئے۔ آٹھویں محرم کو ابن زیاد نے عمر وسعد کو حکم بھیجا کہ تجھ کو لڑنے اور حسین رضؓ کا سر لانے بھیجا ہے یا صلح کی بات چیت کرنے کو۔ اس خط کے پہنچتے ہی یا تو حسین کو لا یا اس کا سر بھجوا۔

اور نامہ بر سے کہدیا کہ اگر عمر و میرا خط دیکھتے ہی لڑنے کو کھڑا ہو جائے تو فبہا ورنہ اسی وقت اس کو قید کر کے میرے پاس بھیجدیجئو۔ میں دوسرا سردار اسکی جگہ روانہ کر دونگا۔

اور اسی وقت ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن کو بلایا اور کہا عمر وسعد منافقت کرتا ہے دل سے حسین رضؓ کے ساتھ ہے اور ظاہر میں میری ہمراہی کا دم بھرتا ہے۔ جب میں نے اسکو مقرر کیا تھا اُسوقت بھی اُس نے حیلے حوالے کئے تھے مگر میں نے اسکو رے کا علاقہ دینا کیا اس شرط پر کہ حسین سے لڑے تب اس نے یہ مقابلہ منظور کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اب بھی اسکی نیت میں خرابی ہے۔ میں نے قاصد سے کہہ تو دیا ہے کہ عمر وسعد میرے خط کی تعمیل نہ کرے تو اسکو قید کر لیجئو۔ مگر اندیشہ ہے کہ اُسکے اسیر کرنے میں بہت خونریزی ہوگی اور ہم آپس میں کٹ مرینگے۔

اے شمر! تو جا اور عمرو سعد کو دیکھ۔ اگر وہ لڑائی میں کاہلی کرے تو تو حسینؓ کا سر کاٹ لا۔ میں تجھ کو رے کا علاقہ دیدونگا۔

شمر نے کہا:۔ بسر و چشم تابعداری کو حاضر ہوں۔ مگر میری ایک درخواست ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میری بہن حضرت علیؓ کے نکاح میں تھی اور اُس سے چار بیٹے ہیں۔ ایک کا نام عبید اللہ۔ دوسرے کا جعفر۔ تیسرے کا عثمان۔ چوتھے کا عباس۔ چونکہ یہ چاروں میرے بھانجے ہیں اسواسطے میں ان کی امان چاہتا ہوں۔ اگر حسینؓ گرفتار ہو تو یہ چاروں چھوڑ دیے جائیں اور اُن کی جان نہ لی جائے۔

ابن زیاد نے کہا مجھے یہ درخواست منظور ہے آٹھویں محرم کی صبح کو پہلا قاصد عمرو سعد کے پاس ابن زیاد نے بھیجا تھا اور اسی آٹھویں کی شام کو شمر روانہ ہوا۔ اور نویں تاریخ کو عصر کے وقت عمرو سعد کے لشکر میں پہنچا۔

پہلا قاصد جب عمرو سعد کے پاس آیا تو عمرو سعد اسی وقت لڑنے کو تیار ہو گیا اور حضرت امامؑ کے سامنے آکر ابن زیاد کا حکم سنایا اور کہا اب میں مجبور ہوں۔ لڑائی سے گریز کرتا ہوں تو میری "نوکری" جاتی ہے۔ اسپر حضرت امامؓ نے صرف ایک دن کی مہلت اور طلب کی تھی۔ اب جو عصر کے وقت شمر پہنچا تو اس نے یہ سُنکر کہ عمرو سعد نے حضرت امام کو ایک دن کی مہلت دیدی ہے۔ بہت بگڑا اور کہا:۔ میں حسین کو ایک ساعت کی مہلت نہیں دونگا اگر تو نہیں لڑتا۔ فوج مجھ کو دے۔ میں لڑنے کو جاتا ہوں۔

عمرو سعد نے پھر حضرت امامؓ کو پیام بھیجا کہ ابن زیاد کا دوسرا قاصد آیا ہے اور ابھی لڑائی چاہتا ہے۔

حضرت امام نے جواب دیا:۔ دن تو ختم ہونے کو آیا اب باقی ہی کیا رہا ہے۔ رات بھر اور صبر کرو۔ صبح ہم لڑینگے۔ کیا رات کے رات میں ہم کہیں بھاگ جائینگے۔

آخر مجبوراً ان لوگوں نے رات بھر کی مہلت دیدی۔ ابن زیاد نے یہ حکم بھی عمرو سعد کو بھیجا

تھا کہ فرات پر قبضہ کر لیا جائے۔ حسینؓ کو پانی نہ ملے اور اسکو اس طرح پیاسا قتل کیا جائے جس طرح اس کے باپ علیؓ نے عثمان رضؓ کو پیاسا قتل کرایا تھا اور جب حسینؓ کو قتل کر چکو تو اس کے جسم کو گھوڑوں کے پیروں میں روند ڈالنا۔

یہ حکم پاکر عمرو سعد نے فوراً عمرو ابن الحجاج کو ۵۰۰ سوار دے کر فرات پر بھیجدیا کہ پانی کی روک تھام ہو جائے اور حسین تک پانی نہ پہنچنے پائے۔

حضرت امامؑ کو اسکی خبر ہوئی تو آپنے اپنے بھائی حضرت عباس رضؓ کو ۵۰ آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ جا کر پانی لے آؤ اور بھر لو۔ تاکہ کل لڑائی کے وقت پیاس کی تکلیف نہ ہو۔

حضرت عباسؓ فرات پر گئے تو لڑائی ہوئی۔ اور وہ پچاس آدمی سب کے سب شہید ہو گئے اور حضرت عباس زخمی ہو کر واپس آ گئے۔

فرات کی اس لڑائی کے جو حالات مرثیوں میں سُنے جاتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے جب دونوں ہاتھ شہید ہو گئے تو آپنے مشک دانتوں میں پکڑ لی اور پانی لے کر آئے مجھے کسی معتبر کتاب میں یہ واقعات اس تفصیل سے نہیں ملے۔ ممکن ہے ایسا ہوا ہو کیونکہ عباسؓ علیؓ شیر خدا کے فرزند تھے۔ ان کی دلیری اور بہادری میں کسکو کلام ہو سکتا ہے انھوں نے اس لڑائی میں جیسی جرأت، صبر اور ہمت سے کام لیا ہو، کم ہے کہ بنی فاطمہ ایسے ہی سر فروش اور کام کے دھنی ہوتے آئے ہیں۔ درود وسلام اُنپر کہ خدا نے ان کی عجیب شان بنائی تھی۔

دسویں محرم کا سویرا

دسویں محرم اور جمعہ کا دن آگیا۔ سورج نے اپنا فکرمند چہرہ شعاعوں کی برچھیوں کے گردے میں بلند کیا۔ حضرت امام نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے فرمایا:۔

جو کچھ تمپر حق تھا ادا کر چکے اب جانوں کا امتحان ہے۔ مجھے خبر نہ تھی کہ لڑائی پیش آئیگی۔ دشمن گنتی میں ہم سے بہت زیادہ ہیں۔ میں نے تو اپنی زندگی سے ہاتھ اٹھا لیا اب تم کو اپنی بیعت

سے آزاد کرتا ہوں۔ جس کا جی چاہے یہاں سے چلا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ صرف میرے نابود کرنے کو آئے ہیں۔ تم سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ تم جاؤ گے تو کچھ روک ٹوک نہ کرینگے۔ تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب تم بھی بربادی و تباہی میں پڑو۔ سب غلاموں نوکروں اور ساتھیوں نے جواب دیا:۔

آقائے نامدار! آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ کیا ہم رسولِ خدا صلعم کے فرزندوں کو اکیلا چھوڑ کر چلے جائیں۔ بیشک آپنے تو آزادی دیدی مگر قیامت کے دن آپکے نانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مُنہ دکھائینگے۔ کیا آپ اُس دن ہم سے یہ کہوانا چاہتے ہیں کہ اے رسول اللہ آپکے بچوں کو ہم لائے اور دشمنوں کو زیادہ دیکھ کر ان کو اکیلا چھوڑ دیا اور خود جانیں بچا کر بھاگ گئے۔

توبہ توبہ ہم ہرگز مُنہ نہ پھیرینگے۔ آپ ہمکو لڑائی کے لئے نہیں لائے تو کیا ہوا۔ ہم تو لڑنے کے واسطے آمادہ ہو کر آئے ہیں۔ ہم نے تو کفن پہن لیا ہے۔ ہم نے تو سر ہتھیلی پر رکھ لئے ہیں۔ ہم سب قربان ہو جائینگے ہماری جانیں فدا ہو جائینگی۔ تب حریف آپ پر نظر اُٹھا سکیگا ورنہ اسکی کیا مجال کہ ابنِ رسول اللہ کو ٹیڑھی نگاہ سے بھی دیکھ سکے۔

یہ کہہ کر انھوں نے پرجوش نعرے لگائے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر تکبیریں کہیں۔

حضرت امام کو ان کی وفاداری سے رونا آگیا۔ اور آپنے فرمایا:۔

"اے میرے پیارے دوستو! خدا تمھاری عاقبت بخیر کرے اور شہادت کا درجہ عطا فرمائے۔ تمھاری جاں نثاری قیامت کے دن مقبول ہو۔"

اُسی دن بنی طے کا ایک شخص طرماح بن عدی کوفہ میں کسی کام کو آیا تھا اُس نے جب یہ حال سُنا تو حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:۔

آپ میرے ہمراہ بنی طے میں چلئے۔ میں پانچ ہزار لڑنے والے سپاہی آپکو دونگا جو کوفیوں کی طرح جفاکار و بے وفا نہیں ہیں۔ ابنِ رسول کے قدموں پر فدا ہو جائینگے۔

حضرت امام رضؓ نے فرمایا:۔ میں اکیلا تمھارے ساتھ کیسے جاؤں۔ جب ان لوگوں نے میرا ساتھ نہ چھوڑا تو میں انکو کیونکر چھوڑ دوں اور یہ کب ہمراہ لیکر جا نہیں سکتا۔ حریف نے جانے نہ دینگے؛ رفیقوں نے عرض کی:۔ حضور تشریف لے جائیں۔ ہمارا خیال نہ فرمائیں دشمن فقط آپکو چاہتے ہیں۔ ہم سے انہیں کیا عرض ہے۔ آپ کو نہ دیکھیں گے تو ہم سے کچھ پرخاش نہ کرینگے اور کریں بھی تو کیا اندیشہ ہے۔ آپ کی سلامتی ضروری ہے آقا سلامت ہو تو غلام ہزار پیدا ہو جائینگے حضرت امام رضؓ نے فرمایا۔ دیوانے ہوئے ہو۔ یہ دنیا بال بچوں اور دوست احباب کے دم سے ہے۔ جب یہ نہیں تو جینا بیکار ہے۔ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اے حسین! فکر نہ کر۔ آج رات کو تو میرے پاس آجائے گا؛

یہ سن کر سب ہمراہیوں نے نعرہ لگایا اور کہا:۔ یا امام! اگر ہم بھی مارے گئے تو آپ ہم کو بھی بہشت میں ہمراہ لیکر چلینگے ؟

ارشاد ہوا خدا کی قسم بغیر تمھارے جنت میں قدم نہ رکھونگا۔ یہ سنکر طرماح بن عدی چلا گیا۔ اور اس کی مدد منظور نہ ہوئی؛

اس کے بعد آپنے حکم دیا کہ خیموں کے آس پاس خندق کھودی جائے اور اُس میں آگ جلائی جائے۔ تاکہ دشمن خیموں میں آنے کا ارادہ نہ کرے اسکی تعمیل کی گئی تو غنیم کی صفوں میں شمر ذی الجوشن نکل کر آیا اور کہا:۔

اے حسین! دنیا میں بھی آگ ہے اور آخرت میں بھی آگ ہو گی جیسا کہ تیرا باپ علی رضؓ آگ میں گیا؛

حضرت امام رضؓ نے جواب دیا۔ گھبرا مت۔ کل قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کون آگ میں ہے؛

جاں نثاروں میں سے ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں شمر کے ایک تیر ماروں اور اس گستاخی کا مزا چکھاؤں۔ آپنے منع کیا اور فرمایا۔ میں دشمن پر حملے کی پہل نہیں کرونگا؛

جیسا کہ میرے والد حضرت علیؓ نے ابتدا لڑائی کی نہیں کی تھی۔ اور یہل دشمن کی طرف سے ہوئی تھی۔

پانی کی بندش کے سبب بچوں میں پیاس کی تکلیف ہونے لگی اور ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو آپنے خیمہ میں پیام بھجوایا کہ رونا بند کراؤ۔ دشمن قریب ہے۔ وہ ہماری بے قراری دیکھ کر شیر ہو گا۔ اور ہم سب کے دل ٹوٹ جائینگے۔

اس کے بعد آپنے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی اور یہ دعا فرمائی:۔ الٰہی جسنے میرے ساتھ دغا کی اور میری بیعت توڑی اُسکو جلدی سزا دے اور عہد شکنی کا مزا چکھا۔

اس کے بعد حضرت امامؓ نے اپنی صف بندی کی۔ ۲۷ اہل بیت اور ۴۵ ساتھیوں کو دائیں بائیں سے آراستہ کیا اور خود گھوڑے سے اُتر کر اونٹنی پر سوار ہوئے اور دشمن کی صفوں کے قریب گئے۔ چاہتے تھے کہ ان کے سامنے تقریر شروع کریں کہ خیموں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت امامؓ کو یہ رونا بُرا معلوم ہوا اور آپنے فرمایا ابن عباسؓ نے مکہ سے چلتے وقت سچ کہا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لیجاؤ۔ علی اکبر! تم جاؤ اور ان سب کو رونے سے منع کرو۔ کہنا کل جی بھر کر رو لینا۔ آج خاموش رہو تمہارے رونے کا اور ساری عمر روتے رہنے کا وقت بھی قریب آرہا ہے۔

یہ حکم دے کر دشمنوں سے خطاب کیا اور فرمایا:۔

جو تم میں سے مجھکو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا۔ سب کو چاہئیے کہ آج جان لے کہ میں رسول خدا صلعم کا نواسہ ہوں اور رسول کے بھائی کا بیٹا ہوں جو سب سے پہلے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے اور اُس فاطمہ زہراؓ کا فرزند ہوں جو رسول خدا کی چاہیتی بیٹی تھیں۔

ابھی اس حدیث کے خود رسول خدا کی زبان سے سننے والے ہزاروں موجود ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ حسن حسین جنت کے جوانوں کے سیّد ہیں گو یا میرے جنتی ہونے کی بشارت موجود ہے۔ یقین مانو کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ نماز کو کبھی ترک نہیں کیا۔ کسی مؤمن کا دل کبھی نہیں دکھایا۔

حضرت عیسےٰؑ کا اگر گدھا زندہ ہوتا تو عیسائی ہمیشہ اُس کی عزت کرتے۔ یہودیوں میں بھی حضرت موسیٰؑ کی کوئی نشانی موجود ہوتی تو وہ بھی اسکی حرمت کا خیال رکھتے۔ تم کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنے رسولؐ کے نواسے کو قتل کرنے جمع ہوئے ہو۔ نہ خدا سے ڈرتے ہو۔ نہ رسول سے شرم رکھتے ہو۔ میں نے ساری عمر کسی کا خون نہیں کیا۔ مجھ پر کسی کا قرضہ نہیں ہے۔ مجھ پر کسی کا قصاص نہیں ہے۔ پھر میرا خون حلال کیونکر سمجھا جاتا ہے؟

میں ایک تارک دنیا آدمی تھا مدینہ میں اپنے نانا کے مزار پر چپ چاپ بیٹھا یادِ الٰہی کرتا تھا مگر دشمنوں نے مجھکو مجبور کردیا اور میں ناچار مدینہ سے نکل کر مکہ میں آیا اور خانۂ خدا کے سایہ میں اللہ اللہ کرنے لگا۔ تو تم کوفیوں نے مجھ کو خط لکھنے شروع کئے اور قاصد پر قاصد بھیجکر مجھکو بلایا کہ ہم آپکی بیعت کرینگے۔ جب میں آگیا تم سب بے وفا ہوگئے اور اُلٹے مجھپر تلوار کھینچکر کھڑے ہوئے ہو۔ آج میں تم سے وہ کہتا ہوں جو حضرت موسےٰؑ نے فرعون سے کہا تھا:۔

"پروردگار سے اپنے اور تمہارے لئے رحمت مانگتا ہوں اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ تو اجازت چاہتا ہوں کہ مجھ کو اپنے پاس سے جانے دو۔ اگر میری مدد نہیں کرتے تو مجھ کو قتل تو نہ کرو۔ اور راستہ دو کہ میں خانۂ خدا یا مدینہ میں اپنے نانا کے مزار پر چلا جاؤں اور خاموش بیٹھ جاؤں تاکہ یہ زندگی ختم ہو جائے اور آخرت میں معلوم ہو کہ حق کس کا تھا"

کوفیوں کے لشکر نے یہ تقریر سُنی مگر جواب کسی نے نہ دیا۔ ایک ساعت جواب کا انتظار کرکے حضرت امام نے فرمایا:۔

خدا کا شکر ہے کہ میں نے حجت تمام کردی اب خدا کے سامنے اپنے حق سے ادا ہوگیا اور اس کے بعد کوفیوں کے اُن سرداروں کو الگ الگ نام لیکر پکارا جنھوں نے خط بھیجے تھے:

اے شیث ابن ربیع اور اے حجاج ابن الحسن اور اے قیس ابن الاشعث اور اے حر ابن یزید اور اے فلاں اور اے فلاں کیا تم نے مجھ کو خط نہ لکھے تھے اور مجھ کو بلایا نہ تھا

جو آج مجھکو قتل کرنے آئے ہو؟

ان سب نے جواب دیا۔ ہم نے کوئی خط نہ لکھا تھا۔ حضرت امام نے خزانچی کو بلایا اور خزانہ سے ان کے خطوط نکال نکال کر بلند آواز سے پڑھے اور سب کو سنائے۔ اسپر کوفیوں نے کہا اب ہم اپنی اس حرکت سے بیزار ہیں اگر ہم نے لکھا بھی تھا تو برا کیا۔

یہ سُنکر حضرت امام رضؓ نے یہ دعا کی:۔

"الٰہی میرا نفس مصیبت کی سختی میں ہے اور الٰہی میں سخت پریشانی میں مبتلا ہوں میری قوت ناپید ہے۔

اب تو ہی میرا وارث ہے۔ اور تیرے ہی ہاتھ میرا انجام ہے۔ کارسازی دکھا اے رحمت والے"۔

یہ دُعا کرکے اونٹ سے اُترے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنی صفوں کو درست کرنا شروع کیا اور انتظار کرنے لگے کہ لڑائی کی شروعات پہلے دشمن کی طرف سے ہو۔

چنانچہ حریف کی سپاہ سے ایک شخص عبداللہ ابن جون نکلکر آیا اور بولا:۔

بشارت ہو دوزخ کی اے حسینؓ!

حضرت امام نے فرمایا:۔ مجھ پر تو خدا کی رحمت ہے اور میرے شفاعت کرنے والے تو رسولِ خدا ہیں۔ مجھے دوزخ کی خبر کیا دیتا ہے خدا تجھکو آگ میں جلاوے۔ حضرت امام کی زبان سے اس فقرے کا نکلنا تھا کہ دشمن کا گھوڑا بھڑکا اور دوڑ کر آگ کی خندق میں گر پڑا اور مع اپنے سوار کے جل کر خاک ہو گیا۔

اسکے بعد حُر بن یزید دشمن کی صف سے نکل کر آئے اور اس طرح آئے گویا حملہ کرنے کا ارادہ ہے اور سامنے آکر کہا:۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللہِ!

حضرت امام نے جواب دیا اور فرمایا کس ارادہ سے آیا ہے؟ عرض کی اس واسطے کہ حضور کے قدموں میں جان نثار کروں اور آپکے دشمنوں سے لڑ کر مر جاؤں۔ حضرت امام نے

فرمایا۔ خدا تجھ کو جزائے خیر دے ۔

ادھر شمر ذی الجوشن نے عمرو سعد سے کہا۔ اب دیر کا وقت نہیں ہے۔ ورنہ حر کی طرح سب لوگ ایک ایک کرکے حسینؓ کی طرف چلے جائیں گے ۔

اسپر عمرو سعد نے کمان اٹھائی اور ایک تیر حضرت امام کے لشکر کیطرف پھینکا اور کہا۔ گواہ رہو کہ جس شخص نے پہلا تیر حسینؓ کے مارا وہ عمرو سعد تھا ۔

اس کے بعد دو آدمی عمرو سعد کی فوج سے نکلے ایک زیاد کا غلام تھا اور دوسرا عبید اللہ ابن زیاد کا غلام۔ اور میدان میں آکر مقابلہ کرنے والے کو بلایا۔ حضرت امام کے لشکر سے بھی دو آدمی حبیب ابن المطہر اور یزید ابن الحصین باہر نکلے۔ حضرت امام نے ان دونوں کو دیکھ کر فرمایا تم ٹھہر جاؤ۔ کیونکہ تم سردار ہو اور سامنے دو غلام ہیں۔ تمہاری شان ان سے مقابلہ کرنے کی نہیں ہے۔ یہ سن کر وہبؓ بن عبداللہ کلبی باہر نکلے اور کہا میں اکیلا ان دونوں کو کافی ہوں۔ اور ایک ہی حملے میں دونوں غلاموں کا سر اڑا دیا ۔

لشکر امام نے تکبیر کہی۔ اور حریف سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔ پھر سالم نام ایک شخص دوڑ کر آیا۔ جس نے وہبؓ کے تلوار ماری جس سے وہبؓ کا بایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ مگر وہبؓ نے دائیں ہاتھ سے ایک ایسا وار کیا کہ سالم دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ لشکر امام نے پھر نعرہ لگایا جس سے میدان گونج اٹھا ۔

اس کے بعد لشکر امام سے یزید ابن الحصین باہر نکلے اور دشمنوں میں سے یزید ابن معقل مقابلہ کو آیا۔ سامنا ہوتے ہی حریف کانپنے لگا اور یزید ابن الحصین نے تلوار کے ایک ہی طمانچہ میں فی النار کر دیا۔ یزید بن معقل کے مرنے سے لشکر غنیم پر سناٹا چھا گیا اور کعب بن جابر الازدی باہر نکل کر آیا۔ جس نے یزید ابن الحصین کو شہید کر دیا۔ گویا لشکر امام میں وہبؓ کے بعد پہلا شخص جو شہید ہوا اور یزید کی تلوار باطل جسکے گلے پر چلی اسکا نام بھی یزید تھا جس نے حق کے نام پر جان قربان کی ۔

یزید بن حصین کی شہادت کے بعد لشکر امام سے عمرو بن قرظ باہر نکلے اور شہید ہوئے ؛

• عمرو بن قرظ کا بھائی علی ابن قرظ عمرو سعد کی فوج میں تھا۔ اپنے بھائی کی شہادت دیکھ کر بے تاب ہو گیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر حضرت امام کے سامنے آیا اور بولا :۔

اے کذاب! میرے بھائی کو تو نے فریب دیکر اپنا بنا لیا اور آخر اسکو قتل کرا دیا حضرت امام نے اسکو کچھ جواب نہ دیا نافع بن عمرو نے آگے بڑھ کر فرمایا :۔

دنیا کے کتے! زبان سنبھال کر بات کر۔ رسول خدا کے نواسے کو گالی دیتا ہے۔ شرم نہیں آتی۔ یہ کہا اور ایک ہی ہاتھ میں دو ٹکڑے کر ڈالا ؛

خدا کی شان ہے ایک ہی وقت میں ایک بھائی جنت میں گیا اور دوسرا دوزخ میں اپنی اپنی قسمت تقدیر ہے

اس کے بعد حضرت حر باہر نکلے اور رقادیہ کے امیر حصین بن نمیر کو فی النار کر دیا اور پھر فوج شام پر حملہ کر کے بہت سے باغیوں کو جہنم رسید کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر عمرو سعد نے حکم دیا کہ حر کو گھیر لو۔ پیادہ فوج نے حضرت حر کو حلقہ میں لے کر شہید کر ڈالا ؛

اب شامیوں نے باہم صلاح کی کہ بنی فاطمہ جان سے ہاتھ دھو کر کھڑے ہوئے ہیں ایک ایک کی لڑائی ہوگی تو ہمارا سارا لشکر تباہ ہو جائیگا۔ بہتر یہ ہے کہ سب مل کر ان پر حملہ کریں ہماری فوج اس کثرت سے ہے کہ حسینؑ کے لشکر پر ہم میں سے ایک ایک آدمی خاک کی چٹکی بھی ڈالیگا تو حسین کی سپاہ دب جائے گی ؛

چنانچہ اس مشورہ پر عمل کیا گیا اور ایک دن تمام شامی اور کوفی کالی بلا کی طرح بکیس ستاروں پر ٹوٹ پڑے اور تیروں کا مینہ برسانے لگے۔ لکھا ہے کہ اتنے تیر برسے کہ حضرت امام کے تمام ہمراہیوں کے گھوڑے شہید ہو گئے۔ صرف حضرت امام اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے گھوڑے زندہ رہے باقی سب پیدل رہ گئے ؛

جب سپاہ مظلوم پیدل رہ گئی اور سب کے گھوڑے مارے گئے تو شامی اور کوفی پیدل چیختے چلاتے جانوروں کی طرح اندھا دھند ان پر حملہ آور ہوئے۔ میدان کی گرد ان کے دوڑنے سے

ایسی اُڑی کہ ایک دوسرے کا چہرہ نظر نہ آتا تھا سخت گھمسان لڑائی ہو رہی تھی اسی حملہ کے بیچ میں شمر نے خیمہ کی جانب رُخ کیا۔ امام کے ایک فدائی نے ایسا تیر مارا کہ شمر اوندھے منہ گر پڑا اور اُسکا گھوڑا مر گیا شمر نے دوسرا گھوڑا منگایا اور سوار ہو کر خفت مٹانے کو ڈوموں کیطرح گیت گانے لگا۔

ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ تو کون پڑھتا۔ صاحب الجمعہ والجماعت کا قتل سب سے بڑی نماز تھی۔ حضرت امامؑ نے فرمایا۔ ذرا لڑائی کو روک لو نماز ادا کر لینے دو۔ کوفیوں نے منظور نہ کیا اور حضرت نے نماز خوف ادا فرمائی۔

نماز کے بعد دیکھا تو سپاہ مظلوم کا کام تمام ہو چکا تھا۔ حضرت امام نے چاہا کہ خود حملہ کریں۔ اسپر ایک فداکار زہیر بن عمیر نے عرض کیا:۔

سرکار! ہم غلاموں کے ہوتے ساتے آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہم زندہ ہیں اور آپ قتل ہو جائیں۔ قیامت کے دن آپکے نانا کو کیا منہ دکھائینگے۔ آپ ٹھہریئے۔ اور ہم سب کو قربان ہو لینے دیجئے۔

یہ کہکر زہیر نے تلوار اٹھائی اور ایسے لڑے کہ کوفیوں و شامیوں کا منہ پھیر پھیر دیا اور آخر خود بھی شہید ہو گئے۔

پھر تو یہ کیفیت ہوئی ایک ایک فدوی آتا تھا اور اپنے داتا کا چہرہ دیکھتا تھا اور نعرہ مارتا تھا اور کہتا تھا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ! حضرت سلام کا جواب دیکر فرماتے جزاک اللہ شاباش! تم چلو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ یہاں تک کہ سب پروانے اپنی شمع کے دامن میں جل کر مر گئے اور نوبت خود بدولت اور ان کے بچوں اور بھائیوں کی آئی۔

"فاطمی ماہ رُو"

علی رضؓ کے پوتے کا میدان

یہ عالم دیکھ کر حضرت امام نے ارادہ کیا کہ اب خود میدان میں تشریف لیجائیں مگر آپکے

فرزندوں اور بھائیوں نے روکا اور عرض کیا کہ پہلے ہم کو مرلینے دیجئے۔ ہم میں سے ایک تن بھی باقی ہے تو جہان پناہ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ؛

سب سے پہلے شیر خدا علی مرتضیٰ کے پوتے امام علیہ السلام کے بڑے بیٹے علی اکبر میدان میں نکلے اور یہ رجز پڑھا:۔

میں علی ہوں۔ میں علی ہوں۔ حسینؑ کا بیٹا۔ علی کا پوتا۔ ہمارے ہی گھر میں حق آتی تھی۔ ہم ہی نبوت کے گھر کے باشندے ہیں۔ آؤ میری تلوار کا تماشا دیکھو۔ وہ ایک پیاسے کی آبدار شمشیر ہے۔ اس کو بھی خون کی پیاس نے تڑپایا ہے۔ آؤ میرے نیزے کی نوک کفر و نفاق سے آلودہ سینے اور دل تلاش کرنے نکلی ہے میرے سامنے کون آتا ہے کہ میرے ہتھیار و نیچے دوزخ کے دروازے کھول دیئے ہیں ؛ مجھ سے مقابلہ کرو کہ میں بنی ہاشم کی آبرو والی جماعت کا سپاہی ہوں۔ میرے سامنے آؤ کہ میں فاطمہ زہراؑ کی ماں تا بھری گود سے اُٹھ کر آیا ہوں ؛

یہ رجز پڑھ کر اس گیسو دراز ماہرو نے تلوار چمکائی۔ مڑ کر اپنے بیکس باپ کو سلام کیا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا شامی لشکر میں غوطہ مار گیا ؛

یہ ماہی بے آب نظر نہ آتی تھی۔ مگر کوفی فوجوں کی صفیں پانی کی موجوں کی طرح زیر و زبر ہوتی تھیں تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز ان کے اندر تڑپ رہی ہو جس کے صدمہ سے یہ سمندر تلاطم میں پڑ گیا ہے ؛

تھوڑی دیر میں یہ فاطمی ماہ رو گرد و غبار میں اٹا ہوا، سوکھے ہونٹ، جوش میں لال لال آنکھیں، گھونگر والے بالوں کو ہوا میں اڑاتا ، پارہ پارہ جواس سے باہر نکلا اور بابا جان کے پاس آ کر بولا:۔

”ابا! پیاس۔ پیاس“! لاچار باپ نے لاڈلے اور بازو کی قوت کو گلے لگا لیا۔ چہرے اور بالوں کی گرد پونچھی اور فرمایا:۔

بیٹا کیا کروں۔ پانی کہاں سے لاؤں۔ حوض کوثر سامنے ہے۔ مرو اور جام پیو۔ یہ کہہ کر علی اکبر کے منہ میں امام نے اپنی زبان دیدی۔ جس کو چوس کر علی اکبر کو ذرا تسکین ہوئی۔ اور

انھوں نے پھر پہلا سا حملہ کیا ۔

اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے اور میں نے مرثیوں کی طرح کسی واقعہ میں مبالغہ نہیں کیا کہ علی اکبر نے بارہ حملے کئے اور شامی افواج کی صف بندی کو پاش پاش کر دیا ۔ بڑے سے بڑے سرداران لشکر سنبھال رہے تھے ۔ مگر سوار اور پیادے اس فاطمی ماہرو کی یورشوں سے بکھرے جاتے تھے اور انتظام قائم نہ رہ سکتا تھا ۔

آخر ایک سنگدل منقذ بن مرہ عبدی نامی نے شق القمر کا معجزہ دکھانے والے کے چاند سے بچے کو تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دیا ۔ اور علی اکبر اللہ اکبر کہہ کر گھوڑے سے گر پڑے ۔ خون کے فوارے جوان لاش سے اڑنے لگے ۔ جنھوں نے گورے چہرے اور سیاہ بالوں کو لال کر دیا ۔

حضرت امام نے اپنے بہادر بیٹے کو گرتے دیکھا تو دوڑ کر میدان میں گئے ۔ گھوڑے سے اترے اور دم توڑنے والے کا سر زانو پر رکھا اور فرمایا :-

بیٹا ! میں تمہارا باپ حسین ہوں ۔ نانا رسول سے سلام کہدینا ۔ بابا علی سے سلام کہدینا ۔ اماں فاطمہؑ سے سلام کہدینا ۔ مجھ کو اکیلا چھوڑ کر جاتے ہو ۔ جس باپ سے کبھی اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے اس سے منہ موڑتے ہو ۔ میاں تمہارے دم سے میری کمر مضبوط تھی ۔ اب کیونکر اٹھوں ۔ میرا سہارا تو تم تھے ۔

اے اولاد والو ! یہ میری اٹھارہ برس کی کمائی ہے جسکی اٹھتی جوانی خدا کے نام پر میں نے خاک میں ملائی ہے ۔ تم اپنے بچوں کی بہار دیکھو ۔ میں نے تو اپنے بچے حق کی خاطر چھری تلے رکھدئے ۔

اے مسلمانو ! گواہ رہنا ۔ حسین نے اپنے جوان بیٹے کو اپنی گود میں لے کر ملک الموت کے حوالے کیا ہے ۔ اور ایمان اس کے عوض لیا ہے "

یہ کہتے کہتے حضرت امام کی آواز زور سے نکل گئی اور آپ چیخیں مار کر رونے لگے ۔ خیمہ میں آواز گئی تو حضرت زینب امام مظلوم کی بہن باہر نکل آئیں مگر حضرت امام نے ان کو پھر اندر بھجوایا اور

باہر نکلنے سے منع کیا۔

علی اکبرؓ کے بعد عبداللہ ابن مسلم میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔ پھر جعفر ابن عقیل شہید ہو۔ اور اب سوائے حضرت امام اور آپکے پانچ بھائیوں عباس۔ عبداللہ۔ محمد۔ جعفر۔ عثمان کے اور حضرت قاسم و علی اصغر و علی اوسط کے کوئی زندہ نہ رہا۔ اور جب آپکے پانچوں بھائی بھی شہید ہو گئے تو قاسم ابن حسنؓ جو بہت خورد سال تھے ہتھیار لگا کر میدان میں نکلے۔ حضرت امام نے ان کو روکا اور فرمایا۔ تم ابھی بچے ہو۔ جاؤ گھر میں جاؤ۔ انھوں نے کہا بابا آپکو خدا کی قسم مجھکو نہ روکئے۔ مجھکو بھی نانا کی زیارت کا ارمان ہے۔ لڑوں گا اور ان کے پاس جاؤں گا۔

حُسینی جوہی کا ایک پھول

گلاب و چنبیلی کے پھول کٹ چکے۔ پامال ہو چکے تو حسین بیکس کی جوہی کا پھول بھی پانچ ہتھیاروں کی پانچ پتیاں لے کر کارزار کی سوکھی کیاری میں نمودار ہوا۔ اُس نے پکارا اور اپنی مہین آواز میں شامی فوج سے کہا:۔

"میں اپنے نانا کے گھر جانا چاہتا ہوں۔ تم اپنی تلواروں سے راستہ کھولدو۔ میرا گلا کاٹ ڈالو۔ میرے سینے کو برچھیوں سے چھید لو۔ میں مرنے آیا ہوں۔"

میرا امام دنیا کے بچوں میں لیا گیا اور کہنا حسین کے بچے بھی بہشت کے شوقین تھے۔ اور انھوں نے بھی لڑائی کا کھیل کھیلا اور دشمنوں کو مار کر مر گئے۔

یہ کہکر قاسم ابن حسنؓ نے حملہ کیا اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے خوب لڑے۔ گھوڑا دوڑا دوڑا کر جاتے تھے اور اپنا ننھا ننھا نیچہ شامیوں کے چہرے پر مارتے تھے۔ آخر عمرو بن سعد الازدی نے آگے بڑھ کر اس پھول کو جسم کی شاخوں سے توڑ لیا اور قتل کر ڈالا۔

حضرت امام لاش لینے گئے تو آپکے گھوڑے کے بھی تیر لگا اور آپ پیدل رہ گئے۔ حضرت قاسم کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی عین لڑائی کے دنوں میں شادی ہوئی تھی اور ہاتھوں میں مہندی

لگی ہوئی تھی اور سہرا بندھا ہوا تھا یہ سب غلط ہے۔ اول تو وہ خوردسال تھے۔ دوسرے وہاں شادی کا کیا موقع تھا۔ تیسرے سہرا اور مہندی ہندوستان کی رسمیں وہاں کہاں تھیں۔ یہ تو ہم نے ہندؤں سے سیکھا ہے۔ خاندانِ نبوت پر یہ سراسر بہتان ہے کہ ان میں سہرا باندھا جاتا اور ان کے مردوں کے مہندی لگائی جاتی تھی۔

البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا والے جس عمر میں شادیاں رچاتے ہیں اور دولھا کے مہندی لگاتے ہیں اس زمانہ میں ان اللہ والوں کے نونہال قاسم ابن حسن نے خونِ شہادت سے ہاتھ پاؤں لال کیئے اور زخمی چہرے پر خون کی لڑیاں سہرا بنیں۔

علی اصغر اور عابد بیمار کی باری

بنی فاطمہ کا سارا باغ اُجڑ چکا۔ چمن ہاشم میں کوئی پودا باقی نہ رہا۔ سب پھول جھڑ گئے ٹہنیاں کٹ گئیں۔ اور خزاں رسیدہ گلستاں میں امام مظلوم کی ذات بابرکات ایک چپ چاپ سرو کی طرح اکیلی کھڑی رہ گئی۔ تو آپ نے داہنی طرف دیکھا کسی کو نہ پایا۔ بائیں جانب نظر اٹھائی۔ شہید لاشوں کے سوا کوئی نہ تھا تو آپ خیمہ میں تشریف لائے۔ حضرت علی اوسط یعنی امام زین العابدین نے اپنے باپ کی تنہائی و بے کسی کو دیکھا تو بستر بیماری سے کھڑے ہو گئے اور ہتھیار لے کر میدان میں جانا چاہا۔ حضرت امامؑ نے فرمایا:۔

"اس کو روکو۔ ورنہ بنی فاطمہ کی نسل ہی تمام ہو جائیگی"۔ عابد بیمار اصرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بابا پر قربان ہونے دو۔ وہ اکیلے ہیں۔ بیٹا ایسے وقت کام نہ آئیگا تو کب آئیگا۔ حضرت ام کلثوم نے جبراً حضرت عابد کو روک لیا۔ اُس وقت حضرت امام نے فرمایا:۔

لاؤ میرے عبداللہ علی اصغر کو لاؤ۔ میں اسے گود میں لوں۔ حرم نے حضرت علی اصغر کو گود میں دیا آپ نے ان کو پیار کیا۔ اور باہر میدان میں لیکر آئے۔ پیاس کے سبب علی اصغر کی والدہ کے دودھ نہ رہا تھا اور بچہ بھوک پیاس سے نڈھال ہو رہا تھا ایک روایت میں ہے کہ آپ یونہی میدان میں لے کر آئے تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ نے حریف کے سامنے بچہ کو لے جاکر فرمایا کہ اس معصوم کی کیا

خطا ہے۔ قصور اگر ہے تو میرا ہے اسکو تو پانی دو۔ مگر قصائی پیشہ کوفیوں نے جواب میں ایک تیر دیا۔ جس نے ننھے سید کے حلق کو چھید ڈالا۔

باپ کی گود میں بے گناہ بچہ پھڑکنے لگا۔ اسے خبر نہ تھی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ میں کسکی گود میں ہوں اور یہ کانٹا میرے حلق میں کیوں چھبا؟ اسکو تو ساری دنیا ماں کی گود تھی وہ دنیا میں زندہ رہنے کو آیا تھا مگر اس کی زیست جلدی ختم ہو گئی۔ خون میں اسکا ننھا ننھا قمیص تر ہو گیا اس نے ہاتھ پاؤں مارے اور باپ کے سینہ سے سر لگا کر جان دیدی۔

"دیکھنا کیا چھوٹی سی لاش ہے۔ جن عورتوں کے ننھے بچے ہیں وہ خیال کریں کہ ان کے امام کا بچہ کیسی بے دردی سے گود میں شہید ہو گیا اور سوچیں کہ بچہ کی آگ کیسی ہوتی ہے اور اُس وقت حضرت امامؑ کے دل پر کیسا صدمہ ہو گا۔ حضرت امام رضؓ نے خدا سے صبر کی دعا مانگی اور اس لاش کو بھی شہیدوں میں لے جا کر رکھدیا۔

شمشیروں میں شبیّر

محرّم کا اصلی وقت قریب آگیا۔ سورج ڈھل رہا ہے۔ عصر کا وقت ہے۔ حضرت امام خیمہ میں رخصت ہونے تشریف لے گئے۔ سیدزادیوں کے جھرمٹ میں کھڑے ہوئے سب کے چہروں پر حسرت و مایوسی برستی تھی۔ حضرت زینبؓ نے اپنے لاچار بھائی کو بیکسی سے دیکھا۔ حضرت سکینہ نے بابا جان کے آخری دیدار کئے۔ حضرت شہربانو اور سب ازواج مطہرات نے اپنے یتیم اور حق کے دولہا کی آنسو بھری آنکھوں سے زیارت کی امام نے سب کو صبر و ہمت کی وصیت فرمائی اور خدا حافظ کہہ کر باہر تشریف لے آئے اور ہمت میں حق کا بیج بونے اور سچائی کی کھیتی میں اپنے خون کا پانی دینے کو آمادہ ہو گئے کیونکہ اس دنیا میں ایک وجود فنا ہوتا ہے جب دوسرے وجود کو بقا حاصل ہوتی ہے۔ دانہ خاک میں ملتا ہے تو شگوفہ پیدا ہوتا ہے روئی اپنی ہستی مٹاتی ہے تو آدمی کو کپڑا میسر آتا ہے۔ دانہ چکی میں پستا ہے۔ آٹا اپنے وجود کو گرم گرم توے پر جلاتا ہے تب روٹی پکتی ہے اور انسان کا پیٹ بھرتا ہے۔ تیل جلتا ہے اور اپنے بدن کو

فنا کرتا ہے۔ جب کہیں گھروں میں روشنی ہوتی ہے۔ بتی اپنے سر پر آگ کی آری چلواتی ہے اُسوقت نورانی مشکل والی کہلاتی ہے۔ پانی باغ کی زمین میں جا کر جذب ہو جاتا ہے۔ اپنی ہستی قربان کرد یتا ہے تب چمن آباد ہوتا ہے۔ لکڑیاں آگ میں جلتی ہیں تکلیف اٹھاتی ہیں اُسوقت تمہارا کھانا پکتا ہے۔ بھاپ ریل چلاتی ہے۔ کپڑے بنتی ہے۔ برف جاتی ہے پنکھے جھلتی ہے مگر جانتے ہو کہ بنتی کیونکر ہے؟ اس میں بھی شہادت کا ہاتھ ہے۔ پانی آگ میں تپتا ہے اور بھاپ بن جاتا ہے یعنی اپنا وجود شہید و فنا کر کے بھاپ کی شکل اختیار کرتا ہے تب تمہارے سینکڑوں کاموں میں مدد دیتا ہے۔ ابن رسول اللہ نے جو یہ مصیبتیں اٹھائیں سارا گھر بار لٹا دیا اور کٹوا دیا یہ محض اسواسطے کہ امت سچ اور حق کو سمجھے اور ناحق بات کے آگے باطل کام کے سامنے سر نہ جھکائے۔ گویا امام مظلوم نے اپنا اور اپنے بچوں کا سر قربان کر کے تمہارے ایمانوں کا وجود زندہ کر دیا۔ پڑھو درود امام پر اور اس کے نانا پر:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ؕ

پیاس کی شدت تھی۔ امام سیدھے فرات پر تشریف لیگئے۔ شمر نے عمرو سعد سے کہا حسین پیاسے مرد ہیں مگر وہ ہم زندوں کے قابو میں نہیں آتا۔ پانی پی کر زندہ ہو گیا تو ہم میں سے کسی کی خیر نہیں دیکھتا کیا ہے جلدی بند و بست کر۔ اور حسین کو پانی نہ پینے دے۔

عمرو سعد نے فوج کو اشارہ کیا۔ حضرت امام نے ایک چلو پانی لیا تھا اور چاہتے تھے کہ منہ میں ڈالیں کہ ایک موذی بدذات ابان ابن رام نے تیر مارا جو آپکے دہن مبارک میں گھس گیا۔ پانی آپکے ہاتھ سے گر پڑا اور امام نے بڑی تکلیف اور مشکل سے وہ ستم کا تیر منہ سے نکالا اور فرمایا:۔

"اے خدا! تیرے سوا کس سے فریاد کروں۔ تجھ بن میرا اب کون باقی رہا ہے"۔

خون منہ میں اُبلا چلا آتا تھا۔ اور آپ کلیاں تھوکتے جاتے تھے۔ آخر آپنے تلوار کھینچی۔ عمرو سعد مقابلہ کو آیا۔ آپنے فرمایا۔ دور ہو میرے سامنے سے۔ عمرو سعد گدھے کی طرح ایک ہی ٹنکار میں اُلٹا بھاگ گیا۔ اور شمر ذی الجوشن نے پیادہ فوج کو اشارہ کیا جس نے امام کو گھیر لیا۔ حضرت نے اس لشکر کو بھی مارتے تلواروں کے سراسیمہ کر کے بھگا دیا۔ تو عمرو سعد نے شمر سے کہا:۔

تو نے آجتک ایسا کوئی بہادر دیکھا ہے کہ اُس کے سب کُنبے والے۔ لختِ جگر بچے۔ اور یار و مددگار مارے گئے اور خود اس کے جسم پر بکثرت زخم ہیں۔ مگر میدان سے منہ نہیں پھیرتا اور فوجوں کا جی چھڑائے دیتا ہے *

حضرت امام کے ۴۵ زخم تلوار و نیزہ کے تھے اور پنتیس ۳۵ تیروں کے۔ خون بہ رہا تھا۔ پیاس کے مارے حلق خشک تھا لیکن ابن الرسول کا ہاتھ تلوار چلانے سے نہ رُکتا تھا *

جس طرف یہ علی رض کا شیر حملہ کرتا تھا صفیں کائی کی طرح پھٹ جاتی تھیں اور سر دھڑوں سے کٹ کٹ کر ڈھیر ہو جاتے تھے *

آخر شمر نے چھ پیادوں کو لے کر آپ کو گھیر لیا۔ اور اُن سے کہا خبردار! حسین نہ نکلنے پائے گھیرے رہو اور وار کرو۔ حضرت امام بھی مردانہ وار کھڑے ہو گئے اور اپنے حصاریوں کے چہروں پر تلوار مارنے لگے کہ زرعہ ابن شریک نے حضرت کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری۔ جس کے صدمہ سے دست مبارک کٹ کر گر پڑا۔ آپ نے چاہا کہ دشمن کے اس وار کا جواب دیں اور تلوار ماریں چنانچہ آپ نے جست کی۔ مگر خون اتنا بہا تھا اور بھوک پیاس اور زخموں کی تکلیف سے طاقت نہ رہی تھی جس کے سبب تلوار نہ چل سکی اور آپ گر پڑے۔ اور گرے ہوئے سید۔ زخمی سید۔ بے دست سید اکیلے سید۔ بے یار و مددگار سید کے سنان ابن انس نے ایک نیزہ مارا جو سینہ کو چیرتا ہوا پشت میں نکل گیا اور جب اس ظالم نے نیزہ باہر کھینچا تو اسکے ساتھ روح مبارک بھی کھنچ آئی۔ اور امام رض بے دم ہو گئے سنان نے چاہا کہ سر مبارک کاٹ لے۔ مگر ہیبت سے تھرا گیا اور ہاتھ کانپنے لگا۔ تب خولی ابن یزید نے ابن رسول اللہ کا سر کاٹا اور دنیا کی سب سے بڑی شہادت کو پورا کیا *

سر کاٹ کر اس شرم و حیا کی سورت، اس عفت و عصمت کے پتلے کو برہنہ کیا گیا۔ کپڑے اُتارے گئے اور سواروں کو جسم نازنین پر دوڑا گیا۔ جس کے صدمہ سے وہ بدن چورا چورا ہو گیا۔ جسکو رسولِ خدا صلعم گود میں لیتے تھے کندھے پر بٹھاتے تھے جسکو فاطمہ زہرا رض نے سینہ سے لگا کر پالا تھا *

کربلا کے میدان میں اندھیرا ہو گیا۔ سورج جو غروب ہونے کے قریب تھا اس عظیم الشان گناہ

سے کانپنے لگا۔فرشتوں میں کہرام مچگیا۔ساری زمین ہل گئی۔سید مظلوم کے خون نے ہر درخت اور پتھر کو لال کر دیا۔لکھا ہے کہ شام میں جب پتھر کو اٹھاتے تھے اسکے نیچے خون نکلتا تھا۔

اب شمر اور عمر و سعد کے ہاں چراغ جل گئے۔بنی فاطمہ کا دیا گل کر کے انھوں نے شادیانے بجائے اور خیمہ میں جانے کی تیاری کی۔شمر نے خیمہ میں جاکر عورتوں کی چادریں اُتارلیں انکے زیور چھین لئے۔وہ بیچاریاں حمایتی کو آواز دیتی تھیں تو یہ لوگ قہقہے لگاتے تھے اور کہتے تھے وہ تمھارے حمایتی کٹے پڑے ہیں۔اب دنیا میں تمھارا کوئی مددگار نہیں۔اب تم ہماری لونڈیاں ہو۔

یہ اُن کو کہا جاتا تھا جو سارے عالم کی آقا زادیاں تھیں۔یہ ان کی بیکسی کا وقت تھا جن کا نانا تمام جہان کے بیکسوں کا حامی بنایا گیا تھا۔

آج ان کا خیمہ لٹ رہا تھا۔آج وہ بے پردہ کیجاتی تھیں۔آج وہ جنگل میں گھبرا گھبرا کر دیکھتی تھیں کہ کوئی حمایتی پیدا ہو مگر کوئی نہ تھا جو اس ستم سے ان کو پناہ دلواتا۔

شمر نے عابد بیمار کو دیکھا تو ان کے شہید کرنے کو آگے بڑھا اور کہا حسینؓ کی نرینہ اولاد کو بالکل ختم کر دینے کا حکم ہے۔عمر و سعد نے روکا اور بیمار کی جان بچالی۔

رسیوں سے بندھے بنی فاطمہؓ

حضرت امام کا سر خولی نیزے پر چڑھا کر ابن زیاد کے پاس لے چلا آگے آگے سر تھا پیچھے اونٹ تھے جن کی ننگی پیٹھوں پر عورتیں رسیوں سے بندھی بے پردہ بیٹھی تھیں۔عابد بیمار کا چہرہ زرد تھا۔ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور اُونٹ پر بیٹھے جارہے تھے۔

جس وقت یہ قافلہ کوفہ کے بازاروں میں سے گزرا تو ہزارہا آدمی تماشہ دیکھنے کو کھڑے تھے۔

حضرت زینب بھی ایک اونٹ پر رسی سے بندھی سوار تھیں۔انھوں نے جو بازار والوں کو تماشے میں مصروف دیکھا تو نہایت درد بھری آواز میں فرمایا:۔

”آؤ ہماری سیر دیکھو۔ہم وہی ہیں جن کو تمھارے رسولؐ نے تمہارے سپرد کیا تھا

اور فرمایا تھا کہ ان کی پیروی کرو گے تو گمراہ نہ ہوگے مگر دیکھو ہمارے آگے خون میں لتھڑا ہوا ایک سر ہے جو رسولؐ کے نواسے کا ہے۔ فاطمہؓ کے فرزند کا ہے اور ہم اسکی بہنیں اور بیویاں ہیں جنکو قیدی بنایا گیا ہے اور بے پردہ بازاروں میں لایا گیا ہے۔ ہمارا تماشا دیکھو کہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی تماشا نہ ہوگا۔ میں علیؓ شیر خدا کی بیٹی ہوں۔ کبھی پردہ سے باہر نہیں نکلی۔ میرے ہاتھوں میں رسی بندھی ہے۔ ان سے میں تمہارے لئے دعائے خیر کیا کرتی تھی ؛

یہ سامنے حسینؓ کا بیٹا عابد ہے اور بیمار ہے اپنے گھر کے بیماروں پر تم ترس کھایا کرتی ہو اس پردیسی بیمار کی سیر بھی کرو تو ترس کھاؤ۔ دیکھو کیسی ناتوانی میں اس کے ہاتھ کھینچکر باندھے ہیں کہ ہل نہیں سکتا۔ بیمار کا نرم بستر بھی دیکھ لو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بیٹھا ہے کل قیامت میں میری ماں فاطمہؓ حسین کا خون بھرا کرتہ لیکر کھڑی ہونگی اور فریاد کرینگی اُسوقت کی سیر بھی خوب ہوگی۔ تم کو اس تماشے کی بھی آرزو کرنی چاہئیے"؛

خلقت زار و قطار روتی تھی اور قیدیوں کا جلوس بازاروں سے گزر رہا تھا حضرت زینبؓ کے اشعار اور تقریر سے لوگ چیخیں مار مار کر روتے تھے مگر بنی امیہ کے ظلم کے سبب کسی میں انکی مدد کی جرأت نہ ہوتی تھی؛

آخر سر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ اُس نے بڑی شان کا دربار کیا تھا۔ سر ایک طشت میں لاکر رکھا گیا۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی وہ اس نے حضرت امام کے دانتوں پر مارنی شروع کی اسپر زید بن ارقمؓ صحابی رسول اللہ صلعم نے فرمایا:۔ خبردار۔ یہ گستاخی نہ کر۔ چھڑی ہٹا کہ میں نے اِن دانتوں پر رسولِ خدا کو بوسے دیتے دیکھا ہے ؛

ابنِ زیاد حضرت زید کی اس جرأت سے بگڑا اور بولا کہ تمہارے بڑھاپے اور صحابیت کا خیال نہ ہوتا تو تلوار سے مزا چکھاتا۔ اور پھر حضرت زیدؓ کو باہر نکلوا دیا ؛

دربار میں قیدی بندھے کھڑے تھے۔ ابن زیاد نے حضرت زینبؓ سے خطاب کرکے کہا خدا کا شکر ہے تمہارے ارادے جھوٹے ہوئے اور تمہاری تمنائیں خاک میں مل گئیں ؛

حضرت زینبؓ نے جواب دیا:۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں

پیدا کیا اور پاکیزگی دونوں جہان کی مرحمت فرمائی۔

ابن زیاد بولا۔ دیکھا بھی خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا؟ حضرت زینبؑ نے جواب میں ایک آیت پڑھی جس کا مطلب یہ تھا

"اُنپر قتال فرض کیا گیا تھا اسواسطے وہ مقتول ہو کر اپنی آرامگاہوں میں چلے گئے۔"

ابن زیاد نے حضرت زینبؑ سے کہا۔ یہ تو تمھارا بھائی ہے جسکو خدا نے مروا ڈالا۔ عابد بیمار نے جواب میں آیت پڑھی "تم نے اسکو قتل کیا۔ خدا تو موت کے وقت جانوں کو اُٹھا لیا کرتا ہے اور کوئی شخص بغیر مرضیٔ خدا کے نہیں مرسکتا۔ اجل کا وقت مقرر ہے"

ابن زیاد کو اس جواب سے طیش آیا اور حکم دیا کہ عابد بیمار کو قتل کردو۔ مگر حضرت زینب کی آہ و زاری سے مجبور ہو کر خون سے باز آیا اور سروں کو مع قیدیوں کے دمشق میں یزید کے پاس بھیجدیا۔ غریب عابد بیمار کو طوق و زنجیروں میں جکڑا گیا اور پہلے سے زیادہ اذیت کے ساتھ عورتوں سمیت شمر کی حراست میں بھیجا گیا۔ سنان ابن انس نخعی قاتل حضرت امامؑ نے ابن زیاد سے کہا۔

"لاؤ میرا انعام لاؤ کہ میں نے ایک بہت بڑے شخص کو قتل کیا ہے۔"

ابن زیاد نے کہا۔ ہاں تجھ کو بہت بڑا انعام دونگا تو حسین کو سب سے بڑا کہتا ہے اسکا بدلہ یہ ہے کہ تجھ کو بھی قتل کردوں۔ تاکہ آیندہ کوئی حسین کو بڑا نہ کہے۔ یہ کہہ کر سنان کو قتل کرادیا۔ اور قاتل حسین کو بہت جلدی دنیا کے عیش کا مزا آگیا۔

یزیدی دربار میں فاطمی قیدی

یزید کے سامنے جب حضرت امام کا سر لایا گیا اور قیدی کھڑے کئے گئے تو اُس نے کہا:-

خدا اس لونڈی بچہ ابن زیاد کو غارت کرے میں نے حسین کو قتل کرنے کا حکم کب دیا تھا۔

یہ کہہ کر یزید رونے لگا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک چھڑی تھی جسکو اس نے حضرت امام کے دندانِ مبارک پر مارنا شروع کیا۔ تو ابو برزہ اسلمیؓ صحابی رسول صلعم نے اسکو ڈانٹا اور کہا۔ ہاش۔ یہ مقام رسولِ صلعم خدا کے چومنے کا ہے۔ یزید کھسیانہ ہوگیا اور گردن اٹھا کر حضرت امام زین العابدینؑ سے کہا:-

"تیرے باپ نے چاہا تھا کہ میری بادشاہت لے لے۔ میرا حق اس نے نہ پہچانا اور قرابتداری کا خیال نہ کیا۔" عابد بیمار نے جواب میں یہ آیت پڑھی:۔

"کوئی مصیبت زمین میں اور تمہاری جانوں پر ایسی نہیں آتی جو خدا کی لکھی ہوئی تقدیر سے باہر ہو"

یزید نے اپنے دربار کے ایک عالم خالد سے کہا۔ عابد کو جواب دو۔ خالد نے یہ آیت پڑھی:۔

"کوئی مصیبت تم پر نہیں آتی مگر خود تمہارے ہی کرتوت کا وہ نتیجہ ہوتا ہے۔

حالانکہ خدا بہت سی خطائیں معاف بھی کر دیتا ہے،،

حضرت زینبؑ نے فرمایا میرا باپ اور بھائی تجھ سے اچھے تھے۔ یزید نے کہا بیشک تیرے دادا میرے دادا سے بہتر تھے۔ اور تیری والدہ میری والدہ سے اچھی تھیں۔ مگر تیرا باپ میرے باپ سے بڑا تھا۔ یہ دعویٰ تیرا درست نہیں ہے وہ دونوں خدا کے ہاں ہیں اسکا فیصلہ خدا کریگا کہ ان دونوں میں کون بہتر ہے البتہ میں تجھ سے اور تیرے بھائی سے بہتر ہوں۔ دیکھ لے میں تخت پر بیٹھا ہوں اور تو قیدی بنی بندھی کھڑی ہے اور تیرے بھائی کا سر کٹا ہوا رکھا ہے۔

حضرت زینب نے جواب میں یہ آیت پڑھی:۔

"ملک کا مالک خدا ہے جسکو چاہے ملک دے جس سے چاہے لے لے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے،، یزید بولا۔ بس زبان درازی نہ کرو"۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ دربار کے باہر نوبت بج رہی تھی۔ یزید نے عابد بیمار سے کہا:۔

سن یہ میری اور میرے باپ کی بادشاہت کی نشانی ہے اور تیرا باپ سامنے کٹا پڑا ہے۔

عابد چپ ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں اذان کی آواز آئی تو عابد بولے:۔

"دلے سن۔ یہ میرے باپ دادا کی بادشاہت کی نشانی ہے۔ اور تو اپنے باپ سمیت اس نشان کے آگے سر جھکا کر گر پڑتا ہے"۔

آخر دربار برخاست ہوا۔ عابد بیمار کی بیڑیاں اور طوق اُتارا گیا۔ حرم کو یزید نے اندر محل

میں بھجوایا۔ اور قصّہ ختم ہوا۔

یہ تھا محرم کا بیان۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ محرم میں غم کیوں کیا جاتا ہے۔ اس داستانِ طویل سے کھل گیا کہ مسلمانوں نے ایسی سنگدلی کیوں اختیار کی تھی۔ اور اپنے رسولؐ کی اولاد کو سفاکی سے کیوں قتل کیا تھا۔

بنی امیّہ کی طولانی کہانی سے تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہ لوگ منافق تھے۔ خوف سے مسلمان ہوئے تھے اور لالچ سے اسپر قائم رہے ورنہ ان کے دل میں اسلام کی کچھ عظمت نہ تھی۔ جب وہ دین اور اہل دین کی قدر ہی نہ جانتے تھے تو جو حرکت بھی کرتے وہ کم تھی۔

ابو لہب آنحضرت صلعم کے چچا۔ اور ابو جہل قریش کے سرداران نمایشی مسلمانوں سے بہتر تھے جنھوں نے کھلم کھلا مخالفت کی اور مشرک کہلائے۔

خطرناک یہ بنی امیہ تھے جن کی زبانوں پر کلمہ تھا۔ جنکی پیشانی سجدہ میں تھی جنکے منہ میں روزے تھے مگر دل تاریک تھے اور ان میں حرص دنیا اور خواہش عزت وجاہ کے سوا ایمان کی اصلیت ذرہ برابر نہ تھی۔ پھر ایسے لوگوں سے جو جو گناہ بھی ہوتے زیبا تھے۔

آج وہ مٹ گئے اُن کے تخت اوندھے ہو گئے۔ ان کی عزتیں خاک میں مل گئیں۔ دمشق میں یزید کی قبر میں نے دیکھی ہے لوگ اسپر پتھر مارتے ہیں اور پیشاب کرتے ہیں۔ معاویہ کی قبر پر بھی گیا ہوں۔ ایک چھوٹی سی برجی میں ویران پڑی ہے۔ جس پر وحشت پہرہ دیتی ہے مگر بنی فاطمہ کی قبریں سلطنت کر رہی ہیں اور ان کے کارنامے بھی دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔

اس محرم میں کروڑوں آدمی ان کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ اور کروڑوں روپیہ ان کے نام پر خیرات کیا جاتا ہے۔ اور بنی امیّہ کا نہ کوئی نام لیوا ہے نہ پانی دیوا۔ اور یہی قدرتی انصاف سب سے بڑی دلیل حق و باطل کے سمجھنے کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْعِزَّۃُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

حسن نظامی

میلاد نامہ

یہ اسلامی تاریخ کا پہلا حصّہ ہے جس میں جنابِ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلٰوۃ کی ولادت باسعادت سے لیکر وفات شریف تک کے حالات نہایت تحقیق کے ساتھ مصورِ فطرت حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے خاص البیلے اوستادانہ رنگ میں تحریر فرمائے ہیں، میلاد شریف کی محفلوں میں نہایت شوق کے ساتھ پڑھا اور سُنا جاتا ہے۔ عورتیں اور بچّے بھی دل لگا کر اسکو سُنتے ہیں۔
قیمت غیر مجلّد ایک روپیہ۔ مجلّد عہ؍ علاوہ محصول۔

یزید نامہ

یہ اسلامی تاریخ کا تیسرا حصّہ ہے۔ محرّم نامہ پڑھنے کے بعد اس حصّہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اس میں معرکۂ کربلا کے بعد کے واقعات، اور شاہان بنی اُمیّہ کے تحقیقی حالات نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

حجاج بن یوسف کی مکّۂ معظمہ پر چڑھائی۔ بیت اللہ شریف کی بربادی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت اور صحابیوں کا قتل و خون خصوصیت کے ساتھ دیکھنے کے قابل مضامین ہیں۔ امام حسینؑ کے قاتلوں کا عبرتناک انجام بھی دکھایا گیا ہے
قیمت غیر مجلّد عہ؍۔ مجلّد عہ؍ ۱۲ علاوہ محصول۔ ذیل کے پتہ سے طلب کیجیئے:-

ابنِ عربی کارکن حلقۂ مشایخ بکڈپو دہلی